قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبر پرستوں کا استدلال اور اس کا جواب

مؤلف
دکتور صالح بن عبد العزیز سندی
استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

©جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

نام کتاب :------------ الجواب عن شبهة الاستدلال بالقبر النبوی
علی جواز اتخاز القبور مساجد

مؤلف:------------- دکتور صالح بن عبدالعزیز بن عثمان سندی

مترجم:---------------فؤاد اسلم محمد اسلم محمدی

تصحیح :-----------------دکتور الطاف الرحمٰن بن ثناء اللہ مدنی

اشاعت:------------- مارچ ۲۰۱۸ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ

کور ڈیزائننگ:----------

ملنے کا پتہ:

۱۔فواد اسلم محمد اسلم محمدی، طالب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ۔

۲۔جامعہ سراج العلوم السّلفیہ، جھنڈانگر، نیپال

+966532363886

+919699729065

@foaadaslam

foaadaslam@gmail.com

تعارف

یہ کتاب، استاد محترم جناب ڈاکٹر صالح بن عبدالعزیز بن عثمان السندی / حفظہ اللہ ورعاہ (استاد عقیدہ. جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ) کی مایہ ناز تالیف ''الجواب عن شبهة الاستدلال بالقبر النبوي على جواز اتخاذ القبور مساجد '' کا ترجمہ ہے جس میں اس دور کے ایک بڑے شبہے کا مختلف ناحیہ سے بہت مسکت جواب دیا گیا ہے جو آج کل امت اسلامیہ میں بالعموم اور مسلمانانِ برصغیر کے یہاں خصوصی طور پر اپنی جڑیں مضبوط کرتا دکھائی دے رہاہے۔ موضوع کی اسی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مخلص و مربّی اور سینئر ساتھی نے اس کتاب کے اردو ترجمہ کی جانب توجہ دلائی جسے اللہ رب العالمین کی توفیق سے مکمل کیا گیا۔(فالحمدلله على ذلك) ایک بات جو سب سے زیادہ اہم ہے اور جس کی وجہ سے اس ترجمہ کو ایک وثوق مل رہاہے وہ یہ ہے کہ اس پر نظر ثانی اور تصحیح کا کام جامعہ اسلامیہ کے ہی ایک مؤقر استاد دکتور الطاف الرحمن بن ثناء اللہ حفظہ اللہ وتولاہ نے انجام دیاہے۔ اللہ رب العزت شیخ کو اجر جزیل سے نوازے اور اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

کتبہ

فؤاد اسلم محمد اسلم

طالب / جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

الحمدلله الذي أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وكفى بالله شهيداً، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له إقراراً به وتوحيداً، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله وصحبه و سلم تسليماً مزيداً. أما بعد:

قبر پرستی کے فتنے میں ملوث لوگوں نے ہمیشہ عوام کو نت نئے شبہات کا شکار بنایا ہے تاکہ وہ لوگوں کو برابر دھوکے کی آڑ میں رکھیں، انہی شبہات میں سے ایک شبہہ اور گمان یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر آپ کی مسجد میں ہے، لہذا اس پر قیاس کرتے ہوئے قبروں پر مسجد بنانا یا مسجدوں میں مردے دفن کرنا جائز ہو جاتا ہے اور ایسی مسجدوں میں نماز ادا کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

بلا شبہہ جو شخص دینِ اسلام کا مکمل ادراک رکھتا ہو وہ اس قسم کے بے ہودہ استدلال کو اسلام کے بالکل منافی قرار دیگا، کیونکہ اسلام دینِ حنیفی ہے جس میں شرک کی تمام آلائشوں سے کٹ کر ایک معبود حقیقی کا بندہ بن کر رہنا پڑتا ہے اور اس دین نے شرک کے تمام دروازے بند کر دیئے اور شرک تک پہونچانے والے تمام قولی و عملی ذرائع پر ایک بند باندھ دیا ہے اور توحید کی مکمل حفاظت کی ہے ۔ اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ قبروں کو عبادت گاہ بنانا یہ شرک تک پہونچانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے جس میں کسی عقلمند کو کوئی شک نہیں ۔ اس کے باوجود شرک کے اس بڑے محرک اور فتنے کو بڑا رواج حاصل ہوا ہے۔ لہذا اس باطل فکر اور شبہہ کی تردید میں خامہ فرسائی ہمارے لئے خیر کا باعث ہو گی۔ إن شاءالله ، لہذا اس خیر کو پانا ہماری رغبت کا ایک حصہ ہے ۔ انھیں نیک

خواہشات اور رغبات کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے یہ چند اوراق مرتب کیا ہے جس میں اس باطل اور پر تضاد نظریہ کا رد موجود ہے، جس کو بہت غور وخوض اور اہل علم کی لکھی ہوئی باتوں کو جمع کر کے تیار کیا گیا ہے [1] ۔

اس بحث کو میں نے پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے :

- ❖ **پہلا باب** : ایسی حدیثیں جو قبروں کو مسجد بنانے سے روکتی ہیں اور ان کے مفہوم کی وضاحت .
- ❖ **دوسرا باب**: مسجد نبوی کی توسیع اور قبر نبوی پر اس کا اثر.
- ❖ **تیسرا باب** : نبی کریم ﷺ کی تدفین مسجد میں کرنے کی بعض صحابۂ کرام کی تجویز سے قبوری گروہ کا استدلال اور اس کا جواب.

---

(۱) اس باطل نظریہ کا رواج جہاں تک میں سمجھتا ہوں بہت متأخر ہے، جس کا جواب دینے کے لئے علماء کی ایک جماعت پیش پیش رہی ہے جن میں سر فہرست اس دور کے علماء ثلاثہ : شیخ ابن باز، شیخ عثیمین اور علامہ البانی رحمہم اللہ ہیں۔ میں نے انہی کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، جیسا کہ آنے والے صفحات سے اس بات کی وضاحت ہو جائیگی اور بعض مشائخ اور طلبۂ علم کی مؤلفات میں بھی اس پر بحث کی گئی ہے، ان میں سے چند کا میں نے مطالعہ کیا ہے ۔ بہر حال اس سلسلے میں ان اہل علم اور طلبۂ علم کی طرف سے جو کاوشیں اور محنتیں ہوئی ہیں وہ سب کی سب نفع بخش اور شکریہ کے قابل ہیں۔ البتہ میری نظر میں یہ مضمون ہمیشہ اس بات کا محتاج رہا ہے کہ اس پر مختلف زاویے سے کتابیں لکھی جائیں جو علمی اور تاریخی ہوں، اسی بات نے مجھے اس سلسلے میں قلم اٹھانے پر مجبور کیا، مجھے امید ہیکہ میری یہ کتاب ان شاء اللہ کچھ مفید اور نئی باتوں پر مشتمل ہوگی والتوفیق بید اللہ ۔

❖ **چوتھا باب** : روضۂ رسول ﷺ کو مسجد نبوی میں داخل کرنے سے قبوری گروہ کا استدلال اور اس کا جواب .

❖ **پانچواں باب** : حجرۂ رسول ﷺ کو مسجد میں شامل کرنے کے سلسلے میں سلف صالحین کا واضح موقف .

اس بحث میں وارد آیات کے حوالے اور احادیث کی تخریج کا میں نے اہتمام کیا ہے، اسی طرح سے منقول وماخوذ عبارتوں کا حوالہ بھی دیا ہے اور بحث کے آخر میں مصادر ومراجع کی ایک اور موضوعات کی ایک فہرست درج کر دی ہے۔ ہماری کوشش یہ رہی ہے کہ موضوع کو اختصار کے ساتھ پیش کروں، اسی لئے میں نے بہت لمبی تفصیل سے اعراض کیا ہے تاکہ قاری کو سمجھنے اور مسائل اخذ کرنے میں آسانی ہو۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کی وہ اس کتاب کو نفع بخش بنائے. آمین، بے شک وہی کارساز اور قادر ہے۔

پہلا باب

ایسی حدیثیں جو قبروں کو مسجد بنانے سے روکتی ہیں

قبروں کو مسجد بنانے کی ممانعت والی احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ وہ تواتر کی حد تک پہونچ جاتی ہیں[۱] اور یہ کثرت صرف اسی وجہ سے ہے کہ امتِ مسلمہ کو جس خطرے سے ڈرایا گیا تھا اور جو توحید کے لئے سب سے زیادہ نقصاندہ ثابت ہو سکتا ہے وہ یہی قبر پرستی ہے، جس کا لوگوں کو شرک میں ڈالنے کا بہت اہم کردار رہا ہے کیونکہ یہ شرک باللہ کی بنیادوں میں سے ہے۔ ذیل میں اس موضوع کی احادیث پیش کی جارہی ہیں[۲]۔

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبيﷺ قال : " قاتل الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد ."[۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی یہود و نصاری کو تباہ و برباد کرے جنھوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔

(۲) عن عائشة وعبدالله بن عباس قالا: لما نزل برسول الله صلى الله عليه وسلم طفق يطرح خميصة له على وجهه فإذا اغتم بها كشفها عن وجهه فقال وهو

---

(۱) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم (۱/ ۳۰۰)، (۲/ ۷۷۴، ۶۷۲) اور نظم المتناثر (۱۰۳).

(۲) مجموع الفتاوى (۲۷/ ۱۹۱) . اور دیکھیں : اقتضاء الصراط المستقیم (۲/ ۶۷۸ – ۶۸۰) ، تیسیر العزیز الحمید (۲/ ۶۶۸ – ۶۷۰) .

(۳) صحیح البخاری مع الفتح (۱/ ۵۳۲) حدیث نمبر (۴۳۷). صحیح مسلم (۱/ ۳۷۶) حدیث نمبر (۵۳۰) .

كذلك : " لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبورأنبيائهم مساجد " يحذر ماصنعوا.[1]

حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پر وفات کی علامات ظاہر ہوئیں تو آپ ﷺ اپنی چادر کبھی اپنے چہرہ پر ڈال لیتے اور کبھی کبھی کھلا رکھتے، ایسی ہی حالت میں آپ نے فرمایا: یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو، کیونکہ انھوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ اپنی امت کو اس چیز سے ڈرا رہے تھے جس کا ارتکاب یہود و نصاری نے کیا۔

(٣) عن عائشة رضي الله عنها ، قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي لم يقم منه : "لعن الله اليهود اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد". قالت عائشة: لولا ذلك لأبرز قبره خشي أن يتخذ مسجداً.[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اس مرض میں ارشاد فرمایا تھا جس سے آپ نہ اٹھ سکے تھے: " یہود پر اللہ کی لعنت ہو کیونکہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا "۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی (کہ لوگ آپ کی قبر کو بھی مسجد بنالیں) تو آپ کی قبر کو کھلی جگہ میں رکھا جاتا؛ گو آپ کو اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں آپ کی بھی قبر مسجد نہ بنالی جائے۔

(٤) عن جندب قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم قبل أن يموت بخمس وهو يقول: إنى أبرأ إلى الله أن يكون لي منكم خليل؛ فإن الله تعالى قد اتخذنى خليلا كما اتخذ إبراهيم خليلا، ولو كنت متخذا من أمتي خليلا لاتخذت أبا بكر خليلا، ألا وإن من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبيائهم وصالحيهم مساجد، ألا فلا تتخذوا القبور مساجد، إنى أنهاكم عن ذلك ».[3]

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی وفات سے پانچ دن پہلے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: " میں اللہ تعالی کے یہاں اس بات سے بالکل بری ہوں کہ میرا کوئی خلیل ہو، کیونکہ اللہ تبارک و تعالی نے مجھے اپنا خلیل ایسے ہی بنالیا ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنا خلیل بنایا تھا اور اگر مجھے اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بنانا ہوتا تو حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا۔ اور ہاں،

(١) صحیح البخاری مع الفتح (١/٥٣٢) حدیث نمبر (٤٣٥). صحیح مسلم (١/٣٧٧) حدیث نمبر (٥٣١).

(٢) صحیح البخاری مع الفتح (٨/١٤٠) حدیث نمبر (٤٤٤١). صحیح مسلم (١/٣٧٦) حدیث نمبر (٥٢٩).

(٣) صحیح مسلم (١/٣٧٦) حدیث نمبر (٥٣٢).

تم خبردار ہو جاؤ! تم سے پہلے کے لوگ اپنے انبیاء کرام اور بزرگانِ دین کی قبروں کو مسجد بنالیا کرتے تھے. تم قبروں کو مسجد مت بنانا، میں تم کو اس سے منع کر رہا ہوں“۔

(٥) عن عائشة رضي الله عنها أن أم حبيبة وأم سلمة رضي الله عنهما ذكرتا كنيسة رأينها بالحبشة فيها تصاوير فذكرتا للنبي صلى الله عليه وسلم فقال: " إن أولئك إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجدا، وصوروا فيه تلك الصور، فأولئك شرار الخلق عند الله يوم القيامة ".[١]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے ملک حبشہ میں عیسائیوں کا ایک گرجاگھر دیکھا، جس میں کچھ تصویریں بھی تھیں، انھوں نے یہ چشم دید منظر آنحضور ﷺ کو بتایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے یہاں جب کوئی صالح اور دین دار شخص فوت ہو جاتا تو یہ لوگ اسکی قبر پر مسجد بنالیتے اور پھر اس مسجد میں فوت شدہ شخص کی تصویر لٹکا دیتے، قیامت کے دن اللہ تعالی کی بارگاہ میں سب سے بدترین یہی لوگ ہوں گے۔

(٦) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه ، قال : قال ﷺ : " إن من شرار الناس من تدركه الساعة وهم أحياء ، ومن يتخذ القبور مساجد".[٢]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے برے لوگ وہ ہوں گے جن کی زندگی میں قیامت قائم ہوگی اور وہ لوگ جو قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں ۔

(٧) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " اللهم لا تجعل قبري وثنا، لعن الله قوما اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد".[٣]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا، لعنت ہے ایسے لوگوں پر جو اپنے انبیاء کرام کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں.

---

(١) صحیح البخاری مع الفتح (٧/١٨٧) حدیث نمبر (٣٨٧٣) . صحیح مسلم (١/٣٧٥) حدیث نمبر (٥٢٨).

(٢) مسند احمد بن حنبل (٦/٣٩٤) حدیث نمبر (٣٨٤٤) . صحیح ابن حبان (١٥/٢٦٠) حدیث نمبر (٦٨٤٧) اس حدیث کی سند کو علامہ ابن تیمیہ اور امام شوکانی رحمہما اللہ نے جید قرار دیا ہے۔ دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقيم (٢/٦٧٤)، شرح الصدور (ص: ١٣)

(٣) مسند احمد (١٢/٣١٤) حدیث نمبر (٧٣٥٨) اس حدیث کے بارے میں علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "الحديث صحيح لاشك فيه"، یعنی: یہ حدیث صحیح ہے، اس میں کوئی شک نہیں. دیکھئے: أحكام الجنائز (ص: ٢١٧) . اسی حدیث کو امام ...

ان احادیث سے جو مفہوم واضح ہو رہا ہے اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: " فإن نهيه عن اتخاذ القبور مساجد يتضمن النهي عن بناء المساجد عليها، وعن قصد الصلاة عندها ، وكلاهما منهي عنه باتفاق العلماء".[1]

یعنی قبروں کو مسجد بنانے کی ممانعت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ قبروں کے اوپر مسجد بنایا جائے یا انکے پاس جا کر نماز پڑھا جائے، یہ دونوں چیزیں تمام علماء کے یہاں بالاتفاق ممنوع ہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "یہ بات جان لو کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے لیکر آج تک سلف اور خلف کا اس بات پر اتفاق ہیکہ قبروں کو اونچا کرنا یا ان پر کچھ تعمیر کرنا بہت بڑی بدعت ہے جس سے صاف طور پر ہمیں منع کیا گیا ہے اور ایسا کرنے والے کو آپ ﷺ نے بڑی سخت وعید سنائی ہے اور اس بات کی تمام مسلمانوں میں کوئی بھی مخالفت نہیں کرتا ہے"۔[2]

محققین اہل علم کے نزدیک "قبر کو مسجد بنانا" تین طرح سے ہو سکتا ہے:

١۔ کسی قبر کے پاس جا کر یا اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا اور اس سے بھی برا یہ ہے کہ اسی کے اوپر سجدہ کیا جائے۔

٢۔ کسی فوت شدہ شخص کو ایک جگہ دفن کیا جائے لیکن بعد میں اس کی قبر پر یا آس پاس کوئی مسجد تعمیر کر دی جائے۔

مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عطاء بن یسار کے واسطے سے مرسلاً روایت کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ " اللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد".
یعنی اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا ہونے لگے۔ دیکھئے: موطأ امام مالک (ص: ٨٦) حدیث نمبر (٤١٤) .

(١) اقتضاء الصراط المستقيم (٢/٦٧٤) . اور دیکھئے: الرد على البكرى لابن تيمية (٥١٩/٢) .

(٢) شرح الصدور بتحريم رفع القبور للشوكانى (ص: ٨).

۳۔ کوئی مسجد پہلے سے بنی ہوئی ہے، اسی میں کسی مردے کو دفن کر دیا جائے۔[1]

یہ تینوں شکلیں اس ممانعت میں شامل ہیں جس کا ذکر اوپر کی احادیث میں کیا گیا ہے۔ واللہ تعالی أعلم.

(۱) مزید تفصیل اور حوالہ کے لئے دیکھیں : الأم (۱/۲۴۶) . اقتضاء الصراط المستقیم (۲/۷۷۴، ۷۷۶) . الرد علی البکری (۲/۵۱۹) . شرح العمدۃ - الجزء الثانی (ص: ۴۶۰) . الزواجر للهیتمی (۱/۱۲۱). والعدة للصنعانی (۳/۲۶۱) . تیسیر العزیز الحمید (۲/۶۶۶ – ۶۶۷) . شرح الصدور (ص: ۱۴- ۱۵) . تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد۔ للألباني (ص: ۲۱ – ۳۲) .

دوسرا باب

مسجد نبوی کی توسیع اور قبر نبوی پر اس کا اثر

جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابۂ کرام کی رائے اس بات پر آکر رک گئی کہ آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں اسی جگہ دفن کیا جائے جہاں پر آپ کی روح پرواز ہوئی ہے۔ اس بات کے دو اسباب ہیں:

پہلا یہ کہ آپ ﷺ پہلے ہی بتا چکے تھے کہ تمام انبیاء کرام وہیں مدفون ہوتے ہیں جہاں پر ان کی وفات ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں: ”لما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم اختلفوا في دفنه، فقال أبو بكر: سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا ما نسيته ، قال: " ما قبض الله نبيا إلا في الموضع الذي يحب أن يدفن فيه "، ادفنوه في موضع فراشه“۔[1]

یعنی جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے آپ کو دفن کرنے کے سلسلے میں مختلف رائیں پیش کیں، لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بات سنی تھی جسے میں بھولا نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا تھا: اللہ تعالی نے جب کسی نبی کو وفات دینا چاہا تو اس کی روح اسی مقام پر قبض کیا جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتے تھے۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم انکے بستر کی جگہ میں دفن کرو۔

---

(۱) جامع الترمذی (۳/۳۳۸) حدیث نمبر (۱۰۱۸)، مسند احمد بن حنبل (۱/۲۰۶) . امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ”یہ حدیث غریب ہے، کیونکہ عبد الرحمن بن ابو بکر الملیکی اپنے حفظ کے تئیں ضعیف قرار دیئے گئے ہیں، حالانکہ یہ حدیث اس کے علاوہ اور بھی سندوں سے مروی ہے: جیسے اسی حدیث کو حضرت ابن عباس نے ”عن أبی بكر الصديق عن النبی ﷺ“ کے واسطے سے روایت کیا ہے"۔ بہر حال اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ملا کر اتنے شواہد ہیں جن کی وجہ سے ... =

دوسرا سبب یہ کہ لوگ کہیں آپ ﷺ کی قبر سے اس قدر جڑ جائیں کہ اس میں غلو کرنے لگیں بالخصوص جب زمانہ دراز ہو اور گردش ایام کے ساتھ لوگوں میں دین سے دوری اور محدثات سے قربت بڑھ جائے۔ لہذا آپ کو ایسی جگہ دفن کیا گیا جہاں پر کسی جاہل کو اپنی جہالت دکھانے کا موقع ہی نہ ملے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے آخری مرض میں فرمایا تھا: " لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد "[1] یعنی یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کو باہر کھلے میں رکھا جاتا لیکن اس سے یہ خدشہ برابر قائم رہتا کہ کہیں لوگ اسے عبادت کا مقام نہ بنالیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے الگ مستقل ایک حجرہ تھا جس کی اپنی الگ دیواریں اور دو دروازے تھے۔[2]

= ... اس حدیث کو قوت ملتی ہے۔ دیکھیے: أحكام الجنائز للألباني (١٣٧- ١٣٨)۔ اور مسند احمد پر علامہ شعیب الأرنؤوط کی تعلیق (ج١/ص ٢٠٨).

(١) یہ حدیث صحیحین کی ہے، یہاں پر صحیح مسلم کے الفاظ مذکور ہیں۔ اسکی تخریج گزر چکی ہے۔

(٢) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دو دروازے تھے، ایک مغرب (مسجد) کی طرف کھلتا تھا۔ اور دوسرا شمال کی جانب. تفصیل کے لئے دیکھئے: (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى مؤلف : نور الدين أبو الحسن علي بن عبد الله بن أحمد بن علي الحسني السمهودي (٢/ ١١٠) . کتنی بڑی جہالت اور نادانی کی بات ہے جیسا کہ کتاب "المتشددون : منهجهم و مناقشة أهم قضايا هم" کے مؤلف نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ " آپ ﷺ کے دفن کے بعد حجرۂ عائشہ اس مسجد سے متصل تھا جس میں مسلمان نماز پڑھتے تھے، پھر اس کو مسجد سے ملحق کر دیا گیا تھا "... مذکورہ مؤلف کی بات ایسی ہے کہ اس کو بیان کر دینے کے بعد اس کی تردید و ابطال کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی ، یعنی کہ اس قول کا بطلان اتنا زیادہ واضح ہے ۔ کیونکہ معتبر اہل علم میں سے آج تک کسی نے یہ بات نہیں کہی ہے کہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد سے متصل یا ملحق تھا، نہ آپ کی زندگی میں اور نہ آپ کی وفات کے بعد ! ۔ اور اگر یہ بات اتنی زیادہ واضح نہ ہوتی تو میں سنت اور آثار کی دلیلوں کو یہاں پیش کرتا۔ اور اس سلسلے میں علماء نے جو کچھ کہا ہے اس میں اتنے زیادہ شواہد موجود ہیں جو یہ واضح کرتے ہیں کہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیثیت مسجد سے بالکل مستقل رہی ہے واقعتاً اور حقیقتاً دونوں اعتبار سے اور اسی طرح سے حکماً بھی وہ مسجد سے الگ مانا جاتا ہے۔

خلفاء راشدین حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں مسجد نبوی کے اندر توسیع کا کام ہوا لیکن امہات المؤمنین کے حجروں سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔ انہیں حجروں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ حجرہ بھی تھا جس میں آپ ﷺ کی قبر مبارک ہے۔(۱)

خلیفہ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں مسجد نبوی کی ایک مشہور توسیع ہوئی جس کے ذمہ دار اس وقت مدینہ کے گورنر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس توسیع میں مغرب، شمال اور تھوڑا سا جنوب کی طرف مسجد کو بڑھایا گیا اور اسی توسیع میں پہلی بار مشرقی سمت کی طرف مسجد بڑھی(۲)۔ اور اسی طرح امہات المؤمنین کے حجرے، جو کہ مغربی سمت کو چھوڑ کر مسجد کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے، تو ان کو گرا کر مسجد میں داخل کر دیا گیا(۳)۔ البتہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں اور اس کی اپنی ایک خاص بناوٹ بھی ہے، تو اس کو اسی حال میں چھوڑ دیا گیا(۴)۔ ہاں عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی پرانی دیوار کو گرا کر اس سے مضبوط ایک نئی دیوار بنا دی، مزید اس حجرے کے ساتھ ایک بلند و بالا خماسی دیوار بنائی جس کے شمالی دو اضلاع آپس میں مل کر ایک مثلث کی شکل بناتے ہیں(۵)۔ ایسا اس وجہ سے کیا تا کہ حجرے کے پیچھے نماز پڑھ رہے مصلی کا چہرہ مکمل طور سے قبرِ رسول کی طرف نہ رہے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اس حجرے کی شکل، بناوٹ میں

---

(۱) خلفاء راشدین مہدیین کے دور مبارک کی دونوں توسیعات کی تفصیل کے لئے دیکھیں: الدرة الثمينة في تاريخ المدينة (۱۷۰ - ۱۷۴)، وفاء الوفاء (۲/۴۸۱ – ۵۱۰)، نزهة الناظرين (۱۱ – ۱۲).

(۲) خلیفہ ولید بن عبد الملک کے دور کی توسیع کے بارے میں دیکھیں: الدرة الثمينة في تاريخ المدينة (۱۷۴)، وفاء الوفاء (۲/۵۱۳ – ۵۳۵) اور نزهة الناظرين صفحہ نمبر (۱۲)۔

(۳) اس کے لئے گزشتہ حوالوں کو دیکھیں، اور حجرے کے محل وقوع کے بارے میں دیکھیں: " نزهة الناظرين " (۶۸).

(۴) مجموع الفتاوى لابن تيمية (۲۷/۳۲۳).

(۵) دیکھئے: الدرة الثمينة في تاريخ المدينة (۱۷۴)، وفاء الوفاء (۲/۵۱۳ – ۵۳۵) اور نزهة الناظرين صفحہ نمبر (۱۲، ۷۱).

خانۂ کعبہ سے مشابہت نہ رکھے۔[1]

پھر بادشاہ ظاہر بیبرس کے دور (٦٦٨ ہجری) میں مذکورہ خماسی دیوار کو اور اس کے پیچھے شمال کی سمت میں کچھ حصہ جہاں پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر تھا، سب کو ایک احاطہ میں رکھ کر لکڑی کی دیوار سے گھیر دیا گیا جسے **"درابزین"** کہا جاتا تھا۔[2]

لیکن سن ٨٨٦ ہجری میں جب مسجد نبوی کو آگ لگ گئی[3] اور اس کو مصری باشاہ اشرف قلیتبائی کے دور میں پھر سے تعمیر کیا گیا تو حجرے کو تمام جہات سے لوہے کی جالیوں سے گھیر دیا گیا، البتہ قبلہ کی سمت یعنی جنوبی طرف تانبے کی بنی ہوئی کھڑکیاں لگا دی گئیں[4]، آج جو منظر قبر رسول کا ہمیں دکھائی دے رہا ہے وہ اسی آخر الذکر تعمیر کا ہے۔[5]

اس طرح سے تین دیواریں اکٹھا ہو گئی ہیں جو قبر رسول ﷺ کو اپنے اندر بند کئے ہوئے ہیں، ایک حجرۂ

---

(١) دیکھیں: مجموع الفتاوی لابن تیمیة (٢٧/١٤١، ٣٢٧)، نزهة الناظرين (٧١).

(٢) دیکھئے: وفاء الوفاء (٢/٦١١)

(٣) وفاء الوفاء (٢/٦٣٣)۔ یہ دوسری بار ہے، اس سے پہلے بھی مسجد نبوی میں ایک بار آگ لگ چکی ہے سن (٦٥٤ہجری) میں۔ اس کے لئے دیکھیں: وفاء الوفاء (٢/٥٩٨).

(٤) دیکھئے: وفاء الوفاء (٢/٦١٢) مصنف السمہودی نے مذکورہ بالا جگہ کے بارے میں یہ ذکر کیا ہے کہ ان لوگوں نے نیا کام یہ کیا کہ اس دیوار کے اندر لوہے کی جالیاں لگا دیں، بایں طور کہ اس لوہے کی جالی کو حجر نبوی کے مثلث اور اس مقام کے درمیان ایک حاجز بنا دیا ہے جہاں پر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا گھر تھا یا گھر کا کچھ حصہ اس جگہ میں ہوتا تھا۔

(٥) رہی بات آج جو جالیاں ہمیں حجرے کے ارد گرد نظر آرہی ہیں تو بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ وہی قلیتبائی دور کی جالیاں ہیں اور ترکی عثمانی دور کے سلطان عبد المجید کی توسیع میں اس کے اندر کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ مصنف البرزنجی جو کہ ترکی مجیدی دور کی تعمیر کا زمانہ پایا ہے اس کے کلام سے یہی باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ دیکھئے: نزهة الناظرين (٦٨)

عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی دیوار، دوسری اس کے قریب دیوار خماسی اور تیسری لوہے کی جالیدار دیوار۔ یہ تینوں دیواریں قبر رسول ﷺ کو اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہیں، اس طرح سے اللہ تعالی نے اپنے نبی کی قبر کو بت بننے سے بچالیا اور یہ پیارے نبی ﷺ کے اس دعا کی قبولیت کا نتیجہ بھی ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا: : اللهم لا تجعل قبري وثنا، لعن الله قوما اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد.[1] یعنی: اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا، لعنت ہے ایسے لوگوں پر جو اپنے انبیاء کرام کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیتے ہیں. علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو چند ابیات میں کس خوبصورتی سے پیش کیا ہے. ع

ودعا بأن لا يجعل القبر الذي *** قد ضمه وثنًا من الأوثان
فأجاب رب العالمين دعاءه *** وأحاطه بثلاثة الجدران

حتى اغتدت أرجاؤه بدعائه *** في عزة وحماية وصيان

ولقد غدا عند الوفاة مصرحاً *** باللعن يصرخ فيهم بأذان

وعنى الأُلى جعلوا القبور مساجداً *** وهم اليهود وعابدوا الصلبان
والله لولا ذاك أبرز قبره *** لكنهم حجبوه بالحيطان
قصدوا إلى تسنيم حجرته ليمتنع *** السجود له على الأذقان

قصدوا موافقة الرسول وقصده الـ *** تجريد للتوحيد للرحمن[2][3]

---

(۱) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۲) الكافية الشافية (النونية) (۳/ ۸۱۴ – ۸۱۵)

(۳) ☆ اشعار: آنحضور ﷺ نے یہ دعا کی تھی کہ ان کی قبر بت نہ بننے پائے، تو اللہ رب العالمین نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور قبر تین دیواروں سے گھیر دی گئی اب آپ کی قبر کے سارے گوشے اس دعا کی وجہ سے بڑی عزت و حفاظت میں پہونچ گئے ہیں۔ حالانکہ آپ نے اپنی وفات سے پہلے بڑی صراحت کے ساتھ ایسے لوگوں پہ لعنت کر دی تھی جو قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے ہیں، اس سے مراد یہود و نصاری ہیں۔ اور اگر (قبر کو مسجد بنانے کا) یہ ڈر نہ ہوتا تو آپ کی قبر کو باہر کھلے میں رکھا جاتا، لیکن لوگوں نے اس کو دیواروں سے گھیر کر چھپا دیا ہے۔ تاکہ آپ کے حجرے کو اس طرح کوہان نما بنا دیا جائے کہ کبھی اس کا سجدہ نہ ہو سکے اور اس عمل کے پیچھے ان لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ رسول پاک ﷺ کی اتباع و موافقت حاصل ہو جائے اور آپ ﷺ کا ارادہ یہ رہا ہے کہ اللہ رب العزت کے لئے توحید کو خالص کیا جائے۔

تیسرا باب

نبی کریم ﷺ کو مسجد میں دفن کرنے کی بعض صحابۂ کرام کی تجویز سے قبوری گروہ کا استدلال اور اسکا جواب

قبر پرستوں میں سے بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ تجویز رکھی تھی کہ آپ ﷺ کو آپکے منبر کے پاس دفن کیا جائے جو کہ مسجد کے اندر ہے اور اس بات کی کسی نے تردید بھی نہ کی تھی، حتی کہ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا انکار صرف اس وجہ سے تھا تاکہ آپ ﷺ کے حکم کی تطبیق اور بجا آوری ہو جائے[1] نہ کہ اس وجہ کہ مسجد میں تدفین حرام ہے۔ لہذا ان باتوں سے یہ ثابت ہوا کہ مسجد میں تدفین جائز ہے۔

اس کا جواب دو طرح سے ہو سکتا ہے:

پہلا جواب : وہ روایت جس میں صحابۂ کرام کی طرف سے منبر کے پاس دفن کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی اور اس میں اس تجویز کا انکار نہیں پایا جاتا ہے تو وہ روایت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دلیل جس سے استدلال کر

---

(۱) دیکھئے کتاب: المتشددون: منهجهم و مناقشة أهم قضايا هم لعلى جمعة (۸۴). اس کتاب کے علاوہ اور بھی حق کے خلاف مصنف کے نظریات ہیں جن کا بہت بہترین رد کیا ہے شیخ عبد اللہ رمضان موسی نے اپنی کتاب میں۔ دیکھیے (الرد على المفتي د.على جمعة)صفحہ نمبر(۳۸۶- ۳۹۲)اس کتاب سے میں نے بعض چیزوں کے سلسلے میں استفادہ کیا ہے۔

کے اس شبہہ کو کھڑا کیا گیا وہ موطأ امام مالک کی ایک روایت ہے جو اس طرح سے ہے ((حدثني يحيى عن مالك أنه بلغه :أن رسول الله صلى الله عليه و سلم توفي يوم الإثنين ودفن يوم الثلاثاء وصلى الناس عليه أفذاذا لا يؤمهم أحد فقال ناس يدفن عند المنبر وقال آخرون يدفن بالبقيع فجاء أبو بكر الصديق فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول ما دفن نبي قط إلا في مكانه الذي توفي فيه فحفر له فيه)).[۱]

ترجمہ: یحیی بن یحیی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک کو یہ بات پہونچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات پیر کے روز ہوئی اور تدفین منگل کو، لوگوں نے آپ کے جنازے کی نماز الگ الگ پڑھی، کسی نے انکی امامت نہ کرائی۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو منبر کے پاس دفن کیا جائے اور کچھ دوسرے لوگوں نے بقیع قبرستان میں دفن کرنے کی بات کہی، لیکن جب حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ آئے تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ہر نبی وہیں دفن کیا جاتا ہے جہاں پر اس کی روح پرواز ہوتی ہے۔"

یہ روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بلاغات میں سے ہے جو منقطع ہے جیسا کہ اس کی سند سے ہی یہ بات ظاہر ہو رہی ہے، کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کسی صحابی سے نہیں ہے اور اسی طرح سے امام مالک کی ولادت اور وفاتِ رسول ﷺ کے حادثے کے درمیان اسّی سالوں سے زیادہ کا وقفہ ہے، لہذا یہ اثر ضعیف ہے۔ اور علامہ ابنِ عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ذکر بھی کیا ہے[۲] کہ امام مالک نے اس بلاغ کو مختلف احادیث سے اکٹھا کیا پھر اس کے ہر ٹکڑے کی جو سند تھی اس کو اسی کے ساتھ بیان کیا، البتہ ایک جملہ رہ گیا تھا جس کی آپ نے کوئی سند ذکر نہ کی اور وہ جملہ ہے ((فقال ناس يدفن عند المنبر)) یعنی لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو منبر کے پاس دفن کیا جائے۔

اسی کے مثل ایک اثر سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے منقول ہے جس میں ہے کہ ((لقد اختلف المسلمون في المكان الذي يحفر له ، فقال قائلون : يدفن في مسجده ، وقال قائلون : يدفن مع أصحابه))[۳] یعنی مسلمانوں نے اللہ کے رسول ﷺ

---

(۱) موطأ امام مالک(۱۱۳)

(۲)علامہ ابنِ عبد البر کا قول دیکھیے: التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد (۳۹۴/۲۴)

(۳)سنن ابن ماجہ(۵۲۰/۱) حدیث نمبر(۱۶۲۸).

کو دفن کرنے کے سلسلے میں اختلاف کر لیا، کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے، تو کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ کو آپ کی مسجد میں دفن کیا جائے، کچھ دوسرے لوگوں نے کہا کہ آپ کو صحابۂ کرام کے ساتھ (بقیع میں) دفن کیا جائے۔

لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں حسین بن عبد اللہ ایک راوی ہے جسے امام احمد، نسائی، ابوزرعہ وغیرہ رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے[1] اور اس کے بارے میں امام ذہبی نے کہا ہے: "ضعفوه "[2] اور حافظ ابن حجر نے "ضعیف" کہا ہے۔[3]

اسی روایت کو ابن سعد نے 'الطبقات الکبری' میں ذکر کیا ہے،[4] لیکن یہاں پر اس روایت کی حالت اور بھی زیادہ نازک ہے۔ کیونکہ اس میں محمد بن عمر الواقدی ہیں جنکی حدیثوں کو متفقہ طور پر ترک کیا جاتا ہے[5] اور اسی روایت میں ایک راوی داوٗد بن الحصین بھی ہیں جن کو ائمہِ جرح و تعدیل کی ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے[6] اور حافظ ابنِ حجر نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں، البتہ جب عکرمہ سے روایت کریں تو ثقہ نہیں رہتے۔[7] اور مذکورہ بالا اثر "عن عکرمہ عن ابن عباس" کی سند سے مروی ہے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ یہ اثر ضعیف ہے۔

دوسرا جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں یا قبرستان میں دفن کرنے کی تجویز پر کسی نے اعتراض نہ کیا، تو یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ یہ دعوی بلا دلیل ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

(۱) دیکھیے: میزان الاعتدال (۱/۵۳۷).

(۲) الکاشف (۱/۲۳۱).

(۳) تقریب التهذیب (۲۴۸).

(۴) الطبقات (۲/۲۹۲).

(۵) دیکھئے: تذکرة الحفاظ (۱/۳۴۸).

(۶) دیکھئے: الکاشف (۱/۲۸۷).

(۷) تقریب التهذیب (۳۰۵).

کے حوالے سے ایک اثر ذکر کیا ہے جس میں ہے کہ ((كان المسلمون اختلفوا في دفن رسول الله صلى الله عليه و سلم أين يدفن فقالت طائفة منهم يدفن في البقيع حيث اختاره رسول الله صلى الله عليه وسلم لولده وللمسلمين قال فقالوا أتبرزون قبر رسول الله صلى الله عليه و سلم كلما أحدث أحد حدثا عاذ به قال وقال طائفة ندفنه في المسجد فقالت عائشة إن رسول الله صلى الله عليه وسلم غشي عليه فلما أفاق قال قاتل الله أقواما اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد فعرفوا أن ذلك نهيا منه فقالوا يدفن حيث اختار الله أن يقبض روحه فيه فحفر له في بيت عائشة.)) [1]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی تدفین کو لیکر لوگوں نے اختلاف کیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے توکچھ لوگوں نے کہا کہ بقیع قبرستان میں اس جگہ پر دفن کیا جائے جہاں پر آپ ﷺ نے اپنے بیٹے اور دیگر مسلمانوں کو دفن کیا تھا، تو اس پر لوگوں نے کہا کہ کیا تم اللہ کے رسول کی قبر کو ظاہر و باہر کر کے رکھوگے کہ جب کبھی کوئی بدعت ایجاد کرے تو اسی کی آڑ میں وہ پناہ گزیں ہو جائے گا۔ ایک جماعت نے یہ کہا کہ ہم آپ ﷺ کو مسجد نبوی میں دفن کریں گے۔ تو اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک بار آپ ﷺ کو بے ہوشی طاری ہوئی لیکن جیسے ہی آپ کو آرام ملا آپ نے فرمایا: "اللہ تعالی ایسے لوگوں کو ہلاک و برباد کرے جنھوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا"۔ بس یہیں سے لوگوں نے جان لیا کہ ایسا کرنا آپ ﷺ ہی کی طرف سے ممنوع ہے پھر لوگوں نے یہی کہا کہ آپ کو اسی جگہ دفن کرنا چاہیئے جس جگہ کو اللہ تعالی نے آپ کی روح قبض کرنے کے لئے منتخب فرمائی ہے، بالآخر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ ﷺ کے لئے قبر کھودی گئی۔

اس اثر کے تمام رجال ثقہ ہیں[2] اور اس کی سند متصل ہے کیونکہ حسن بصری کی ملاقات اور سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے۔ اس روایت میں محلِ شاہد، مسجد میں دفن کرنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعتراض اور انکار ہے۔ اب یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ یہ قصہ بغیر انکار و اعتراض کے صحیح نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ دفن کی تجویز پیش کرنے والے پر اعتراض بھی کیا گیا تھا اور اس عمل کو حدیث کی روشنی میں "قبر کو مسجد بنانا" بھی

(۱) مسند إسحاق بن راهويه (۳/۷۳۸).

(۲) اس کے بارے میں مسند اسحاق بن راہویہ کے محقق کی تعلیق پڑھنی چاہیئے.

تصور کیا گیا تھا، اور اس بات پر نکیر کرنے والی کوئی اور نہیں بلکہ اس امت کی فقیہہ، صدیقہ اور ہم سب کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ جہاں تک رہی بات ان لوگوں کی جنھوں نے یہ تجویز پیش کی تھی تو عین ممکن ہے کہ ان تک یہ حدیث نہ پہونچی ہو جس میں اتنی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔

حاصل کلام یہ رہا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وضاحت کے بعد تمام صحابۂ کرام اس بات پر متفق تھے کہ مسجد میں دفن کرنا ممنوع ہے اور یہ عمل "قبر کو مسجد بنانے" کی قبیل سے ہے اور اسی طرح جب خلیفۂ اول امیر المؤمنین حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے کانوں سے سنی ہوئی حدیث کو لوگوں کے سامنے بیان کیا تو سب نے اپنی رائے کو چھوڑ کر حدیث رسول کو اپنا لیا، اب اس وضاحت کے بعد اس بے کار اور بے بنیاد شبہے کو کھڑا ہونے کا کوئی موقع نہیں ملتا ہے۔

چوتھا باب

قبر رسول ﷺ کو مسجد میں داخل کرنے سے قبوری گروہ کا استدلال اور اسکا جواب

قبر پرستوں کے دماغ میں یہ شبہہ گھر کر گیا ہے کہ اسلافِ امت نے قبر نبوی کو مسجد نبوی میں شامل مانا ہے اور اسے مسجد میں داخل کر دیا ہے اس لئے ہمارے لئے یہ دلیل ہے کہ ہم قبروں کو مسجد بناسکتے ہیں اور مسجد نبوی کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے ان ساری چیزوں پر قیاس کرتے ہوئے دیگر مسجدوں میں بڑے بڑے قبے اور مزارات تعمیر کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

جواب : بلا شبہہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے اور یہ بات کسی بھی حالت میں قابل قبول نہیں ہو سکتی ہے کہ قبرِ رسول کو مسجد نبوی سے جوڑ دیا جائے۔ تاہم اگر موجودہ حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم مسجد نبوی اور قبرِ رسول ﷺ کو دیکھیں تو اس میں تین حالات کے احتمالات ابھر کر سامنے آتے ہیں:

اول : قبر، مسجد میں داخل نہیں ہے بلکہ مسجد کے بغل میں ہونے کی وجہ سے اس سے ملی ہوئی ہے۔

دوم: قبر، مسجد میں داخل تو نہیں ہے البتہ مسجد، قبر کو اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہے۔

سوم: قبر، مسجد میں داخل ہے۔

ان تینوں میں سے اہلِ علم کی ایک جماعت نے کوئی نہ کوئی احتمال ضرور ماناہے۔اب جب اتنے احتمالات موجود ہیں تو اوپر کہی ہوئی بات کیسے صحیح ثابت ہو سکتی ہے، کیونکہ قیاس اتنے احتمالات کے ساتھ صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔ آنے والی سطروں میں ان احتمالات کا جائزہ لیکر اس کے متعلق کچھ وضاحتیں پیش کی جارہی ہیں۔

پہلا احتمال : قبر، مسجد میں نہیں ہے، بلکہ وہ مسجد کے بغل میں ہونے کی وجہ سے مسجد سے چپکی ہوئی ہے۔

امام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں " تحقیق کی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کی قبر پر مسجد نہیں بنائی گئی ہے۔ کیونکہ وہ ایک مستقل جگہ تھی جب آپ ﷺ کو اس میں دفن کیا گیا، لہذا یہ بات صحیح نہیں ہو سکتی کہ آپ کی قبر کو مسجد بنا دیا گیا یا ایک ایسا بت بنا دیا گیا ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے، بلکہ اللہ رب العالمین نے آپ کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا، آپ کو اس گھر میں دفن کیا گیا جو آپ کی ملکیت میں تھا یا جس کی مالک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور مسجد اس سے بہت زیادہ قریب تھی پھر جب مسجد کی توسیع کی گئی تو آپ کو اس سے نکالا نہیں گیا اور نہ ہی آپ کے گھر کو مسجد بنایا گیا، ہاں اتنا ہوا کہ آپ کا گھر مسجد سے اور بھی قریب ہو گیا"[1]۔ اسی طرح شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس قول میں اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں :" وقبر النبی مجاور مسجده " یعنی نبی کریم ﷺ کی قبر آپ کی مسجد کے پڑوس میں ہے۔[2]

اس بات کی مزید وضاحت اس طرح سے بھی ہو جاتی ہے کہ مسجد نبوی پہلے صرف ایک دیوار کی طرف سے حجرۂ رسول کے پڑوس میں تھی اور وہ ہے مغربی دیوار، لیکن توسیع کے بعد مسجد نبوی، حجرۂ رسول کی تین جہات سے چپک گئی، یعنی شمال، جنوب اور مغرب کی طرف سے اور یہ توسیع خلیفہ ولید بن عبد الملک کے دور میں ہوئی تھی جب حجرۂ رسول کی جنوبی سمت کے دیگر حجروں کو 'جو قبلہ کی طرف تھے، منہدم کر دیا گیا تھا اور اسی طرح سے جو شمال

---

(۱) العدة على إحكام الأحكام (۳/ ۲۶۱).

(۲)الإخنائية (۴۹۹).

میں تھے ان کو اور ان حجروں کو جو حجرۂ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شمال میں تھے سب کو منہدم کر کے مسجد میں شامل کر دیا گیا تھا۔اب اس کے بعد حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے شمالی، جنوبی اور مغربی اضلاع (دیواریں) مسجد نبوی کے بالکل برابر میں آگئے، لہذا جب مسجد نبوی کی حقیقی حد بندی کی جاتی ہے تو حجرۂ رسول کی سمت میں مسجد نبوی کی حد، حجرے کی مغربی دیوار تک ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد میں یعنی حجرے کے مشرق میں مسجد کا کچھ بھی حصہ نہیں ہوتا ہے [1]۔

اس وضاحت پر دو اشکال وارد ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں :

پہلا اشکال : اہل علم کی کتابوں میں یہ بات مسلسل ملتی رہتی ہے کہ ولید بن عبد الملک نے حجرۂ رسول کو مسجد میں داخل کر دیا تھا، لیکن یہاں پر جو ثابت کیا گیا ہے وہ اس کے خلاف ہے۔

جواب : در حقیقت ان علماء کی مراد یہ رہی ہے کہ حجرۂ رسول مسجد میں بظاہر صورتاً داخل ہے، حقیقت کے اعتبار سے داخل نہیں ہے، کیونکہ توسیع کے بعد حجرے کی شکل مسجد میں ایک زائد چیز کی لگتی ہے جسے جبراً اس میں ڈال دیا گیا ہو، حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ حجرہ، تین سمتوں میں مسجد سے اس قدر گھرا ہوا تھا کہ بالکل مسجد سے چپک کر رہ گیا تھا۔ معتبر اہل علم میں سے نہیں معلوم کہ کبھی کسی نے یہ دعوی کیا ہو کہ حجرۂ رسول کا حکم مسجد نبوی کے حکم میں داخل ہے یا وہ مسجد کا ایک جزء ہے یا اسی طرح اس میں بھی نماز پڑھ لینے سے اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے جیسا کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے اجر بڑھ جاتا ہے۔لہذا آج بھی حجرہ اپنی حقیقت اور حکم پر باقی ہے۔بس اتنا ہوا ہے کہ وہ مسجد سے کچھ زیادہ ہی مل گیا ہے، جیسا کہ اوپر بات گزر چکی ہے۔

جو شخص اس مسئلے میں غور کرے اور معاملہ کی تہ تک جائے تو وہ پائے گا کہ در حقیقت حجرے کو مسجد میں داخل نہیں کیا گیا ہے اور توسیع کرنے والوں کی یہی کوشش رہی ہے کہ حجرۂ رسول مسجد میں داخل نہ ہونے پائے، لیکن توسیع کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں کی آسانی کی خاطر مسجد کی وسعت بڑھادی جائے، حتی کہ اس مقصد

---

(۱) حجرۂ رسول کو گھیرنے والی خماسی دیوار کے بعد مسجد کی مشرقی دیواد کا وجود صرف اس ضرورت کے لئے ہے تاکہ مسجد کی چھت کو ایک مضبوط سہارا مل سکے۔لہذا گذشتہ سطور میں ثابت شدہ مسئلہ میں یہ بات کسی اشکال کا باعث نہیں ہونی چاہیئے۔

کی راہ میں امہات المؤمنین کے اور دوسرے گھروں کو بھی گرا دیا گیا، حالانکہ ان کو باقی رکھنا تمام لوگوں کی چاہت اور شوق ورغبت کا باعث ہوتا، چاہے وہ علماء ہوں یا عوام [1]۔ بہر حال حجروں کے انہدام کے بعد مسجد کو مشرقی سمت میں بڑھانا ان کے لئے ممکن ہو گیا تھا، کیونکہ اس طرف اب کوئی رکاوٹ کی چیز نہ بچی تھی، سوائے اس جگہ کے جس کو 'بلاط' کہتے ہیں، جہاں پر نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی [2] لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اسی حالت پر امت محمدیہ بارہ سو سال تک رہی، اور مسجد نبوی کی برابر توسیع بھی ہوتی رہی لیکن ہر توسیع میں ضرورت ہونے کے باوجود بھی مشرقی سمت سے احتراز کیا گیا۔ اور یہ صرف اس وجہ سے تھا کہ حجرۂ رسول ﷺ کو اس کی اصلی حالت اور حقیقت پر باقی رکھا جائے تاکہ وہ مسجد سے علیحدہ ہی رہے۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حجرۂ رسول کے قریب کی وہ جگہ جسے 'درابزین' کے احاطے میں رکھا گیا تھا جس میں تھوڑا سا حصہ 'ریاض الجنہ' کا بھی چلا گیا تھا اور اس سے لوگوں کو منع کیا جاتا تھا، اس پر مؤلف السمہودی نے ان الفاظ میں تنقید کی ہے۔ " فإنها صارت عند العوام ، بل وعند من لا إحاطة له بأحوال المسجد **أنها ليست من المسجد بل من الحجرة؛** فعاملوها معاملة غير المسجد "۔ مصنف کا کہنا یہ ہے کہ حجرۂ عائشہ کو گھیرنے والی دیوار اور باہری جالیوں کے درمیان 'ریاض الجنہ' کا جو حصہ ہے اس کو ناواقف لوگ مسجد سے خارج، حجرہ کا ایک حصہ تصور کرتے ہیں اور اس کے ساتھ غیر مسجد کا رویہ اپناتے ہیں [3]۔ یہاں پر مصنف کا کلام اس بارے میں کتنا صریح ہے کہ حجرہ مسجد میں داخل نہیں ہے۔

دوسرا اشکال : حجرے کو گھیرنے والی جالیوں (مقصورہ) کے اور مسجد کی مشرقی دیوار کے درمیان آج کل

---

(۱) اس بات کی مخالفت اس وقت مدینہ کے فقہاء عشرہ اور بڑے سربر آوردہ لوگوں نے کی تھی کہ امہات المؤمنین کے حجروں کو منہدم نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کو مسجد میں شامل کیا جائے، حتی کہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ گورنر مدینہ نے ولید بن عبد الملک کے پاس خط لکھا؛ لیکن وہ (خلیفہ) اس فیصلے پر اڑے رہے۔ پھر تو وہی ہوا کہ " فما رؤي يوم أكثر بكاء من يوم هدمها " : جس دن ان کو گرایا گیا اس سے زیادہ کسی اور دن لوگوں کو روتا ہوا نہیں دیکھا گیا۔ (دیکھئے: البداية والنهاية ۱۲/ ۴۱۳- ۴۱۴)، (وفاء الوفاء ۲ / ۵۱۷)۔

(۲) الدرة الثمينة (۱۷۸).

(۳) وفاء الوفاء (۲ / ۶۱۵).

ایک خالی جگہ ہے' جس میں نمازیں بھی پڑھی جاتی ہیں، لہذا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مشرق میں مسجد نبوی کی حد، حجرۂ رسول ﷺ تک نہیں ہے بلکہ حجرہ بھی مسجد میں شامل اور داخل ہے۔

جواب : حجرہ[1] اور مسجد کی مشرقی دیوار کے مابین آج کل جو جگہ عبادت اور نماز وغیرہ کے لئے نظر آرہی ہے وہ وہاں پر سلطان عبد المجید کی توسیع سے پہلے نہیں تھی اور یہ توسیع ۱۲۷۷ھ میں پایۂ تکمیل کو پہونچی ہے۔ یعنی اس جگہ کی عمر تقریباً ڈیڑھ صدی ہوگی جبکہ بارہ صدیاں ایسی گزری ہیں کہ اس جگہ کا کوئی نام ونشان نہیں تھا، اس بات کا تذکرہ مصنف " البرزنجی " نے کیا ہے جو کہ سلطان عبد لمجید کی توسیع کے زمانے میں موجود تھا، اس نے ذکر کیا ہے کہ ۸۸۶ھ میں لوگوں نے مسجد نبوی کی مشرقی دیوار تقریباً سوا دو ہاتھ باہر کی طرف بڑھایا تھا۔ پھر اس نے کہا: لیکن ہمارے زمانے میں لوگ اس دیوار کو " بلاط "[2] میں تقریباً پانچ ہاتھ بڑھائیں گے، اور مشرقی سمت میں یہیں تک اضافہ کا کام ٹھہر گیا ہے[3]۔

مؤلف السمہودی نے ذکر کیا ہے کہ بادشاہ قایتبائی کے دور کی توسیع ۸۸۶ھ میں مشرقی سمت کا اضافہ صرف ڈیڑھ ہاتھ کا تھا – (مؤلف اس توسیع کے زمانے میں باحیات تھے) – وہ بھی صرف اس وجہ سے تاکہ قبر رسول ﷺ کے اوپر مسجد کی چھت پر بنائے گئے گنبد[4] کے لئے ستون اور کھمبے کھڑے کئے جاسکیں۔

---

(۱) اس رسالہ میں اور اس کے علاوہ دوسری جگہوں میں بہت سے علماء کے نزدیک "حجرہ" سے مراد وہ تمام جگہ ہے جس پر لوہے کی جالیاں کھڑی ہیں اور جسے "مقصورہ" بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے اندر حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے حجروں کے ساتھ ساتھ ارد گرد کی کچھ جگہیں بھی آگئی ہیں۔ (دیکھئے: وفاء الوفاء ۲ / ۶۱۲) ۔

(۲) یہ جنازوں کی جگہ ہے، جو مسجد کی مشرقی دیوار سے بالکل قریب اور قبر رسول کے بالمقابل ہے، (دیکھیئے: الدرة الثمینة: ۱۷۸)

(۳) نزهة الناظرين فی مسجد سيد الأولين و الآخرين (۱۴، ۲۱، ۲۹- ۳۰)۔ اور اسی طرح سے علی بن موسی کی کتاب وصف المدينة (صفحہ نمبر ۶۳) بھی دیکھیں۔ اسی کتاب میں مشرقی سمت کے مذکورہ اضافے کو، کام کاج کے گز سے، چار گز کا بتایا گیا ہے (ص : ۵۸).

(۴) دیکھئے: وفاء الوفاء (۲ / ۶۱۰) - یہ بات گزر چکی ہے کہ اس گنبد کو سلطان قلاؤون نے مسجد کے اندر قبر رسول کے...=

مؤلف السمہودی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ گنبد کے کئی کھمبوں کے ایک جگہ اکٹھا ہو جانے کی وجہ سے مسجد کی مشرقی دیوار اور ان کھمبوں کے درمیان بڑی تنگی پیدا ہو گئی تھی تو لوگوں نے مسجد کی دیوار کو "بلاط" میں تقریباً ڈیڑھ ہاتھ اور باہر کی طرف بڑھا دیا، اور اس کیلئے مذکورہ پرانی دیوار کو توڑ کر دوبارہ اسے باب جبرئیل تک بنا دیا، لیکن باب جبرئیل کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا[1]۔

یہ معمولی سا اضافہ جسے مؤلف السمہودی نے ذکر کیا ہے اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہاں عبادت کے لئے ایک جگہ بنائی جائے۔ بلکہ ستونوں کو قائم کرنے کے لئے اس کی ضرورت تھی، یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے دیوار کو مغرب کی جانب مائل کر کے بنایا اور اس کے بعد دیوار کو واپس باب جبرئیل تک لے گئے، لیکن باب جبرئیل کو اپنی جگہ سے مشرق کی طرف نہ ہٹایا۔ اگر ان کا مقصد یہ ہوتا کہ عبادت کے لئے ایک نئی جگہ بنائی جائے جس کی وجہ سے حجرہ، مسجد نبوی کی تمام جہت سے گھر جائے تو وہ لوگ اس سمت میں اور زیادہ توسیع کرتے یا کم از کم باب جبرئیل کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے تا کہ وہ دیوار کی برابری میں آجائے۔

=...اوپر بنایا تھا اور یہ ۶۷۸ھ کی بات ہے۔ یہ گنبد نیچے سے مربع اور اوپر سے مثمن ہے، اس گنبد کی کئی بار تجدید بھی ہوئی، اسکی آخری تجدید سلطان قایتبائی کے زمانہ ۸۸۶ھ میں ہوئی، اب یہ گنبد نظر نہیں آتا ہے کیونکہ حجرے کے ستار (پردہ) نے اسے چھپا لیا ہے۔ اور جس قبے کا ذکر مؤلف السمہودی کیا ہے تو وہ بڑا والا گنبد ہے جو آج بھی مسجد کے اوپر نظر آتا ہے جسے اصلاً سلطان قایتبائی نے ۸۸۶ھ میں بنوایا تھا، اسی کے زمانہ ۸۹۲ھ میں اس کی تجدید بھی ہوئی، پھر اس کے بعد عثمانی سلطان محمود بن عبد الحمید خان نے ۱۲۳۳ھ میں پھر سے اس کی تجدید کرائی اور اسی سلطان کے دور ۱۲۵۳ھ میں یہ گنبد ہرے رنگ سے رنگا گیا۔ حالانکہ اس سے پہلے گنبد نیلے کلر کا تھا، وہ اس طرح سے کہ (لکڑی کے) گنبد کو (مضبوطی فراہم کرنے کے لئے) سیسہ کی دھات سے اس کی قلعی کر دی گئی تھی اور اسی سیسے کے اوپر نیلگوں کلر لگایا گیا تھا۔ (دیکھئے: نزهة الناظرين فى مسجد سيد الأولين و الآخرين (۸۶-۸۷)۔ بہر حال یہ بات کتنی عجیب اور افسوس ناک ہے کہ یہ دو دو قبے اس رسول کی قبر پر بنائے گئے ہیں جس سے قبروں پر تعمیر کی ممانعت میں کتنی ہی حدیثیں مروی ہیں۔ والله المستعان۔

(۱) دیکھئے: وفاء الوفاء للسمهودى – لیکن بعد میں سلطان عبد المجید کی توسیع میں مشرقی دیوار کو ہٹایا گیا، پھر اسی کے ساتھ باب جبرئیل کو بھی اپنی جگہ سے مشرق کی طرف ہٹا دیا گیا۔ ورنہ اس سے پہلے باب جبرئیل کئی میٹر مسجد کے اندر مغرب کی طرف تھا، اور حجرۂ رسول ﷺ کے تقریباً برابری میں آتا تھا۔ اور آج اگر باب جبرئیل اور باب النساء کے درمیان مقارنہ کیا جائے تو بہت واضح طور سے یہ فرق دکھائی دیگا کہ یہ دونوں دروازے اب ایک برابری میں نہیں ہیں، جیسا کہ سابقہ دور میں رہا کرتے تھے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مسجد کا وہ حصہ جس میں آج کل نمازیں پڑھی جارہی ہیں[1] اور جو حجرے اور مسجد نبوی کی مشرقی دیوار کے مابین ایک فاصل بنا ہوا ہے وہ ایک محدَث مقام ہے جسے سلطان عبد المجید کی توسیع میں ایجاد کیا گیا، حالانکہ اس سے پہلے مسلمانوں پر کئی صدیاں گزر گئیں، اس جانب توسیع کرنے کی کسی نے ہمت نہ کی، باوجود اس کے کہ اس جانب بظاہر کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے۔ لیکن لوگوں کی ہمیشہ خواہش یہ رہی ہے کہ حجرۂ رسول ﷺ جو کہ قبروں پر مشتمل ہے وہ مسجد سے بالکل الگ تھلگ ہی رہے۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ اتنی جگہ یہاں پر نئی ایجاد کی ہوئی ہے، جو بدعت کے حکم میں ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے تمام مسلمانوں کے اجماع سے یہ ثابت ہوتا رہا ہے کہ مسجد نبوی کے اس حصے میں اضافہ ممنوع ہے، اس اضافے کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں اور اس جگہ کا مسجد میں کوئی شمار نہیں۔

اس جگہ کے بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ اسے اس لئے ایجاد کیا گیا تھا تاکہ اس کی آڑ میں ایسے بدعات و خرافات انجام دیئے جائیں جنکی نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی برہان[2]۔ جیسا کہ ایک مصری افسر محمد پاشا صادق[3] نے ان چیزوں کو بیان کیا ہے جو اس جگہ پر بدعتی انداز کی زیارت اور اس کا میلہ رچا کر عین حجرۂ رسول ﷺ کے سامنے انجام دی جاتی تھیں؛ مثلاً اس جگہ میں آکر وقوف کیا جاتا، دعائیں کی جاتیں اور اس کے لئے حجرے کی مشرقی دیوار کے بالمقابل ایک خاص مقام ہے جس کو "نزول وحی کی کھڑکی" کہا جاتا ہے، پھر اس کے بعد شمال کی جانب چند قدم چل کر اس مقام تک جاتے ہیں، جسے "مقام فاطمہ زہرا" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور پھر جنوب میں قبلہ کی طرف واپس آتے ہیں.. . إلى آخره.

---

(۱) ایک زمانہ پہلے' بڑا اچھا کیا تھا مسجد نبوی کے ذمہ داروں نے کہ اس جگہ کو بند کرادیا تھا، تاکہ وہاں نماز کا کوئی امکان ہی نہ رہے۔

(۲) دولتِ عثمانیہ کا عقیدہ و منہج' اہل السنہ سے کتنا مخالف رہا ہے، اس سے ہر صاحب بصیرت واقف ہے۔ بالخصوص تاریخ کے اس آخری دور میں۔

(۳) اس افسر نے اپنی ایک کتاب میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ساتھ میں اس نے ان میلوں ٹھیلوں کی ایک توضیحی تصویر بھی چسپاں کر دیا ہے، اور یہ ان میلوں اور بدعتوں کی بات ہے جو ۱۲۹۷ھ میں یہاں پر جاری وساری تھے۔ گویا توسیع کے بیس سال بعد کی بات ہے۔ اس کی کتاب کو دیکھیں: دليل الحج للوارد إلى مكة و المدينة من كل فج۔ (۱۱۳-۱۱۴).

گزشتہ باتوں سے یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ اس جگہ کو بدعت کے مقصد سے بنایا گیا ہے، اور اس کو ایجاد کرنا مسلمانوں کے اس اجماع کی کھلی مخالفت ہے جو تقریباً بارہ صدیوں پر مشتمل رہا ہے، مزید بر آں اس جگہ میں نماز پڑھنے سے صفوں کا انقطاع بھی لازم آتا ہے۔ لہذا شریعت میں اس مقام کا کوئی اعتبار نہ کرنا اور اس کو مسجد کا حکم نہ دینا[۱] اپنی جگہ پر ایک مہتم بالشان موقف ہے۔ واللہ تعالى أعلم

دوسرا احتمال : وہ یہ ہیکہ قبر نبوی مسجد نبوی میں داخل تو نہیں ہے، البتہ مسجد سے گھری ہوئی ہے۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مسجد نبوی نے روضۂ مبارک کو تمام جہت سے اپنے احاطے میں لے لیا ہے، بالخصوص عثمانی دور کی توسیع کے بعد' تو اس سے یہ مسئلہ ہر گز ثابت نہیں ہوتا ہے کہ قبر رسول کے ساتھ صاحبین رضی اللہ عنہما کی قبریں مسجد کا ایک جزء بن گئی ہیں۔ کیونکہ نہ تو مسجد کو ان قبروں پر بنایا گیا ہے اور نہ ہی ان کو مسجد کی زمین میں منتقل کیا گیا ہے[۲]۔ بلکہ یہ قبریں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہیں' جو کہ مسجد سے بالکل جدا ہے، اسکے اور مسجد کے درمیان ایک سے زائد دیواریں حاجز ہیں۔ اب جیسا کہ بظاہر مسجد نے اس حجرے کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے، اس سے حقیقتِ حال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مسجد کا حکم الگ ہے اور حجرۂ رسول ﷺ کا اپنا الگ حکم ہے۔ ہاں اتنا کہہ سکتے ہیں کہ قبر بظاہر مسجد نبوی کے اندر ہے لیکن فی الحقیقت وہ مسجد سے بالکل الگ ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہمیشہ سے آپ کے گھر میں رہی ہے، چاہے توسیع سے پہلے ہو یا بعد میں ہو۔

حجرۂ رسول ﷺ اور مسجد نبوی کو سمجھنے کے لئے ایک مثال دی جا رہی ہے جس سے بات بالکل واضح ہو جائے گی، جیسے مثلاً زید کی ایک زمین ہے اور اسی کے بغل میں عمرو کی بھی زمین ہے، پھر ایسا ہوا کہ زید نے ان تمام بقیہ زمینوں کو خرید لیا جو عمرو کی زمین کو گھیرتی ہیں اس طرح زید کی زمین نے عمرو کی پوری زمین کو اپنے احاطے میں لے لیا ہے۔ اب عمرو کی زمین بالکل بیچ میں آگئی ہے، اس صورتِ واقعہ سے ہر اس آدمی کو اشتباہ پیدا ہو سکتا ہے

---

(۱) دیکھئے: التمهيد لشرح كتاب التوحيد(٢٦٢).

(٢) مجموع فتاوى و مقالات متنوعة (١٣/ ٢٤٢).

جس نے بہت غور و خوض نہ کیا ہو، وہ اشتباہ یہ ہے کہ عمرو کی زمین، زید کی زمین کا ایک حصہ معلوم ہوتی ہے، جبکہ درحقیقت وہ ایک مستقل زمین ہے، جسے اسکے پڑوسی کی زمین نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ یہی معاملہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسجد نبوی کے ساتھ ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: کچھ لوگ مسجد نبوی میں قبر رسول اور صاحبین رضی اللہ عنہما کی قبروں کی موجودگی سے جو حجت پکڑتے ہیں تو وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھی آپ کے گھر میں دفن کیے گئے ہیں، جو مسجد میں نہیں تھا، لیکن خلیفہ ولید بن عبدالملک بن مروان نے جب مسجد نبوی کی توسیع کی تو اسی نے بیتِ رسول کو مسجد میں داخل کر دیا، ایسا صرف توسیع کی وجہ سے کیا، یہ اس کی غلطی تھی۔ حالانکہ اس حجرے کو مسجد میں داخل نہ کرنا ہی واجب تھا، تاکہ جاہل قسم کے لوگ اس سے حجت نہ پکڑیں۔ اور اس پر اہل علم نے ولید کی نکیر بھی کی تھی۔ لہذا اس معاملے میں ولید کی اقتداء جائز نہیں ہے۔ اور کوئی گمان کرنے والا اس کو "قبروں پر تعمیر" کا معاملہ نہ سمجھے اور نہ ہی اسے "قبروں پر مسجد بنانا" سمجھے۔ کیونکہ یہ ایک مستقل گھر تھا، جسے توسیع کی خاطر مسجد میں داخل کر دیا گیا، اب اس کا حکم ایسے مقبرے کا ہو گا جو کسی مسجد کے سامنے ہو اور مسجد سے بالکل جدا ہو، تو اس میں کوئی ضرر کی بات نہیں ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی قبر، دیوار اور سلاخوں کی وجہ سے مسجد سے الگ ہے [1]۔

تیسرا احتمال: وہ یہ ہے کہ قبر رسول مسجد نبوی میں داخل ہے۔

اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے، بحث و نقاش کی حد تک کہ توسیع کے بعد قبر، مسجد میں حقیقی طور سے داخل ہو گئی ہے، جیسا کہ قبوری گروہ اسی بات کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔ تو اس سے ہرگز "قبر کو مسجد بنانا" لازم نہیں آتا ہے، کیونکہ یہاں پر نہ تو قبر پر مسجد بنائی گئی ہے اور نہ ہی مسجد کے اندر دفن کا عمل کیا گیا ہے۔ لہذا یہ ایک خاص حالت ہے جس کے اوپر کسی اور چیز کو قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس بات کی مزید وضاحت درج ذیل نکات سے ہو سکتی ہے۔

---

(۱) مجموع فتاوی و مقالات متنوعة (۱۰/ ۳۰۲). اور دیکھیے: فتاوی اللجنة الدائمة للإفتاء(۱/ ۴۲۰)، مجموع فتاوی و رسائل الشیخ ابن عثیمین (۲/ ۲۳۳).

☆ پہلی بات یہ کہ مسجد قبر پر نہیں بنائی گئی ہے اور نہ ہی قبر کو مسجد کے اندر کھودا گیا ہے۔ یہ دونوں اوصاف ایسے ہیں جو کسی حکم کے سلسلے میں مؤثر ہو سکتے ہیں، لیکن یہاں پر یہ دونوں اوصاف پائے ہی نہیں جاتے ہیں، لہذا اس پر کسی اور جگہ کو قیاس کرنا بے مطلب ہو گا، کیونکہ کوئی بھی مسجد' جس میں قبر ہو، وہ ان دو اوصاف میں سے کوئی وصف ضرور اپنے اندر رکھے گی، یا تو مسجد کی تاسیس قبر کی وجہ سے ہوئی ہے یا یہ کہ قبر کو مسجد میں رکھ دیا گیا۔ الحمد اللہ مسجد نبوی میں یہ دونوں باتیں یکسر مفقود ہیں۔ کیونکہ مسجد، قبر داخل ہونے سے پہلے ہی مکمل طور پر بنی ہوئی تھی۔ اور حقیقت یہی ہے کہ قبر' مسجد سے باہر ایسی جگہ میں ہے جہاں پر آنحضور ﷺ کی روح پرواز ہونے کی وجہ سے آپ کو دفن کیا گیا تھا، اور یقیناً حجرۂ عائشہ آپ ﷺ کی وفات سے بہت پہلے تعمیر کیا گیا تھا۔ پھر بعد میں مسجد کی توسیع جتنی اللہ نے مقدر کر رکھی تھی، ہوئی اور اس کو مسجد میں داخل کیا گیا۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ایک آدمی کی وفات ہوئی، اسے ایک حجرے میں دفن کر دیا گیا' جو کسی مسجد کے بغل میں تھا، لیکن بعد میں جب مسجد کی توسیع ہونے لگی تو اس حجرے کو مسجد میں داخل کر دیا گیا، جیسا کہ مسجد نبوی میں ہوا ہے۔ تب تو ایسی صورت میں وہ مسجد اور مسجد نبوی، دونوں ایک حکم میں ہوں گے۔

اس کا جواب یہ ہیکہ گھروں میں مردوں کو دفن کرنا اصلاً ممنوع ہے۔ رہی بات آنحضور ﷺ کے دفن کی، تو یہ امر توقیفی ہے جو آپ کے لئے خاص ہے[1]۔ آپ کے علاوہ دوسروں کو مسلمانوں کی عام قبرستان میں دفن کیا جائے گا، عہد نبوت سے لیکر آج تک مسلمانوں کی یہی عملی سنت رہی ہے۔

☆ دوسری بات یہ ہے کہ جن باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجد نبوی میں جو کچھ ہوا وہ " قبر کو مسجد بنانے " کی قبیل سے نہیں ہے، اور نہ ہی دیگر مساجد کو اس کے حکم سے ملحق کیا جا سکتا ہے، وہ یہ دلیل ہے کہ قبر کو

(۱) آپ ﷺ کا اس طرح سے حجرہ میں دفن کیا جانا، اپنے آپ میں ایک شرعی دلیل ہے' بایں طور کہ وہاں پر اور بھی تدفین کی جا سکتی ہے۔ اسی قاعدہ کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا (يثبت تبعاً ما لا يثبت استقلالاً) یہی وجہ ہے کہ آپ کے جسد اطہر کے بغل میں شیخین کو بھی دفن کیا گیا رضی اللہ عنہما.

مسجد میں قصداً داخل نہیں کیا گیا ہے، بلکہ قبر مسجد میں ضمناً داخل ہو گئی ہے[1]۔ اور حکم کا دار و مدار نیت و قصد ہوا کرتے ہیں۔

اس بات کی توضیح اس طرح سے بھی ہو سکتی ہے کہ کوئی دوسری ایسی مسجد جس میں قبر ہو، تو وہاں پر اس کے ساتھ کوئی مقصد ضرور لگا ہو گا، چاہے اس قبر پر مسجد بنانے کی نسبت سے ہو، یا اس مسجد میں بطور تبرک' اقامت اختیار کرنے کی نسبت سے ہو، تاکہ اس کے پاس اللہ تعالی کی عبادت کی جائے یا یہ کہ عبادت میں صاحب قبر کا قصد کیا جا رہا ہو، بر خلاف مسجد نبوی ﷺ کے، جہاں پر ان تمام چیزوں میں سے کسی ایک کو بھی مقصود جان کر کچھ نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ صرف حجرے کو مسجد میں داخل کرنے کا ارادہ تھا لیکن قبر اس کے ضمن میں داخل ہو گئی۔ دوسری بات یہ کہ حجرہ کو جو مسجد میں داخل کیا گیا، تو صرف توسیع کی غرض سے، نہ کہ قبر کو اندر داخل کرنے کے ارادے سے[2] اور تیسری بات یہ کہ یہ حجرہ، دیگر امہات المؤمنین کے حجروں کے تابع ہو کر داخل کیا گیا۔ یعنی سب حجرے داخل کئے گئے، تو اس کو بھی داخل کر دیا گیا، اس لئے اس کو مقصود بالذات ماننا صحیح نہ ہو گا[3]۔

اب ایسی صورت میں نہ تو حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مقصود بالذات سمجھ کے مسجد میں داخل کیا گیا اور نہ ہی قبروں کا داخل کیا جانا مقصود و مطلوب تھا، بس یہ تمام چیزیں ضمناً داخل ہو گئی ہیں۔ اور یہ قاعدہ بھی ہے کہ کسی مستقل اور مقصود بالذات چیز کے لئے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ ضمنی اور تابع چیز کے لئے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ (يثبت تبعاً ما لا يثبت استقلالاً). ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبر کو مسجد میں شامل کرنے کا نہ تو کسی نے ارادہ کیا اور نہ ہی قصد، بر خلاف قبوری گروہ کے، آخر ان کی کتنی قبریں ہیں جن میں یہ صورت پائی جاتی ہو؟ بنابریں ان کا استدلال ساقط ہے۔

☆ تیسری بات یہ ہے کہ مسجد نبوی کا اپنا ایک الگ شرعی حکم ہے جو ہمیشہ کے لئے ہے، جسے کبھی معطل

---

(۱) دیکھئے: البيان لأخطاء بعض الكُتاب (۲۴۷).

(۲) دیکھئے: مجموع الفتاوى (۲۷/۲۲۳،۲۲۴)، الدرر السنية (۵/۱۴۰).

(۳) دیکھئے: مجموع الفتاوى (۲۷/۲۲۴).

نہیں کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہیکہ مسجد نبوی ایک بابرکت اور فضیلت والی جگہ ہے' جس میں نمازوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے اور جس کی جانب سفر کر کے آیا جاتا ہے، اسی میں ریاض الجنہ ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی فضیلتیں ہیں، انھیں تمام چیزوں کی بناء پر مسجد نبوی، کسی اور مسجد کی طرح سے نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ جن مساجد میں قبریں ہیں ان میں صحیح قول کے مطابق نماز پڑھنا جائز ہی نہیں ہے(۱) اور ایسی مسجدیں اگر قبر کے بعد بنی ہیں تو ان مسجدوں کو گرانا ضروری ہے اور اگر قبر بعد میں آئی ہے تو ایسی قبر کو اکھاڑنا ضروری ہے۔ لیکن مسجد نبوی میں ان میں سے کوئی بھی چیز ممکن نہیں ہے، نہ تو قبروں کو نکالنا جائز ہے اور نہ ہی مسجد کو اس کی جگہ سے منتقل کرنا۔ کیونکہ یہ جگہ توقیفی حیثیت کی حامل ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے اس کو بدل پانا کسی مصلی کے بس میں ہے نہیں، لہذا مسجد کی ثابت شدہ فضیلتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس میں نماز پڑھنے سے رُکنا ہرگز ممکن نہیں ہے(۲)۔ اب کوئی ان تمام فضائل اور خصوصیات کو جاننے کے باوجود کسی اور مسجد کو مسجد نبوی پر قیاس کرے تو یہ بالکل غلط ہے اور قطعاً صحیح نہیں ہے۔

☆ چوتھی بات یہ کہ جن دلیلوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجد نبوی کی اپنی ایک خاص ہیئت اور ایک الگ حکم ہے ان میں سے امت کا یہ اجماع ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا مشروع ہے، جبکہ اسکے علاوہ دیگر قبر والی مساجد میں اصل کا اعتبار کرتے ہوئے نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے، گویا اجماعِ امت نے مسجد نبوی کو مستثنیٰ قرار دیدیا ہے اور یہ بہت معتبر دلیل ہے۔

بہر کیف' تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد نبوی اس بات سے مبرأ ہے کہ وہ قبر پر بنائی گئی ہے، ایسے ہی جیسے قبر نبوی مبرأ ہے مسجد بننے سے، لہذا ان ثابت شدہ حقائق کے سامنے، قبوری گروہ کا استدلال ساقط اور بے اعتبار ہے۔

اس بات کی مزید وضاحت کیلئے، اوپر گزری ہوئی باتوں سے ذرا ہٹ کر، ذیل میں دو صورتیں پیش کی جا

---

(۱) اس مسئلے کی مزید وضاحت کیلئے دیکھیں: شرح العمدة لشيخ الإسلام ابن تيمية ،الجزء الثانی (۴۵۸ – ۴۶۳).

(۲) دیکھیئے: تحذیر الساجد (۱۳۴ – ۱۳۷). اورمجموع فتاوی (۳۷۸/۲۷) بھی دیکھیں۔

رہی ہیں جو مسئلے کی وضاحت میں کفایت کریں گی (اِن شاء اللہ تعالی)۔

پہلی صورت: اگر مسجد میں دفن کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک کوئی محبوب عمل ہوتا، تو آپ ﷺ اس بات کی وصیت کر جاتے کہ میری وفات کے بعد قبر کو یا حجرۂ قبر کو مسجد میں ضم کر دیا جائے۔ یا یہ کہ جب آپ کو وفات قریب ہونے کا احساس ہوا تو اسی وقت آپ لوگوں کو حکم دیدیتے کہ آپ کی تیمار داری مسجد میں کریں تاکہ آپ کی وفات جہاں ہو، وہیں آپ مدفون بھی ہوں۔ لیکن آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا، البتہ اس کے برعکس آپ نے امت کو اپنے مرض الموت میں، قبروں کو مسجد بنانے سے ڈرایا۔ اب اس سے زیادہ بلیغ، حکیمانہ اور برمحل نصیحت وحجت کیا ہوسکتی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر مساجد میں مردوں کو دفن کرنا اللہ کے نزدیک کوئی پسندیدہ عمل ہوتا تو آپ ﷺ نے ایسا کیوں نہیں کیا جب آپ اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم، بیوی خدیجہ اور چچا حمزہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام کو دفن کر رہے تھے ؟؟؟

کون ہے جو بتلائے کہ وہ مسجدیں کہاں گئیں، جن میں اللہ کے رسول ﷺ نے کسی مردے کو دفن کیا ہو، چاہے مکہ ہو یا مدینہ، یا کوئی اور شہر؟ کہیں بھی ایسی مسجد ہے جہاں پر آپ نے مردے دفن کئے ہوں ؟؟ آپ ﷺ کی قطعی اور عملی سنت یہی رہی ہے کہ آپ مردوں کو قبرستان میں دفن کیا کرتے تھے، نہ کہ مسجد میں اور اس سلسلے میں کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں، جو ہر قسم کے تعارض سے پاک ہیں۔ تو اب قبر پرست لوگ کیا کریں گے ؟ کیا آپ ﷺ کے عمل کو چھوڑ دیں گے ؟ جو سراسر حجت ہے اور جس پر ہمارا پورا بھروسہ ہونا چاہیئے۔ یا ایسے لوگوں کے عمل سے جا کر لپٹ جائیں گے، جو ہمارے لئے حجت کا مقام نہیں رکھتے ہیں۔ اور وہ بھی ایسا عمل جو آپ ﷺ کی وفات کے تقریباً اسّی سالوں کے بعد وجود میں آیا ہے۔

دوسری صورت: اگر قبر نبوی کو مسجد نبوی میں داخل کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک محبوب عمل ہوتا تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سے پیچھے نہ رہتے، کیونکہ وہ اس امت کے سب سے بڑے جانکار اور خیر خواہ تھے، عہد صدیقی پورا ختم ہوگیا لیکن قبر کو مسجد میں داخل کرنے کی کوئی بات نہ ہوئی۔ حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے ادوار میں توسیعات ہوئیں لیکن حجرے سے کوئی تعرض نہ کیا گیا، حالانکہ اس وقت بھی اس جانب توسیع کی ضرورت موجود تھی۔ لیکن پھر بھی اس حصے کو اپنی حالت پر باقی رکھا گیا، حتی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

امہات المؤمنین کے حجروں کے بارے میں فرمایا: ((فلا سبيل إليها))[1] یعنی ان حجروں کی طرف توسیع کا کوئی بھی امکان نہیں ہے۔ ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور بھی گزر گیا۔ یہ وہ ہدایت یاب خلفاء راشدین ہیں جن کی اتباع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور آیا، اس میں بھی مسجد ایسے ہی رہی۔ اب یہاں تک صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خلیفہ تھے' جو علم و فقہ، طاقت و قوت اور امانت و دیانت کے خوگر تھے، ان کا دور ختم ہوا اس حال میں کہ قبر نبوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں محفوظ تھی، اس سے کبھی کسی نے کوئی تعرض نہ کیا، قابل غور بات یہ ہیکہ اگر قبر کو مسجد میں ضمّ کرنا یا مسجد کو قبر سے ملانا کسی خیر کا باعث ہوتا تو یہ سابقین اس خیر کی طرف ضرور جلدی کرتے۔ بہر حال' جب خلیفہ ولید بن عبد الملک کا دور آیا اور توسیع کا کام ہونے لگا، تو اس وقت مدینہ صحابۂ کرام سے خالی ہو چکا تھا، لہذا صحابہ اس توسیع سے بالکل بری ہیں جس میں حجرے کو مسجد میں ملایا گیا۔ کیونکہ توسیع کی ابتداء سن اکیانوے ہجری (۹۱ھ) میں ہوئی اور تین سال تک چلی[2]، اس وقت مدینہ میں صحابۂ کرام میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا' جس نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو، سمجھا ہو۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''عہدِ صحابہ میں حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد سے خارج تھا، لیکن متصل ضرور تھا' اس کو ولید بن عبد لملک بن مروان کے دور میں مسجد کے اندر داخل کیا گیا، اس وقت عبادلۂ اربعہ اس دنیا سے جا چکے تھے۔ یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن الزبیر اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم۔ بلکہ مدینہ میں تمام ہی صحابۂ کرام کی وفات کے بعد یہ کام ہوا ہے۔ کیونکہ مدینہ میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا انتقال سن ستر ہجری کے کچھ سالوں بعد ہوا ہے اور مسجد کی توسیع کا کام اسّی ہجری کے کئی سالوں کے بعد میں ہوا ہے''[3]۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا:

---

(۱) الطبقات الكبرى لإبن سعد (۲۱/۴).

(۲) دیکھئے: الدرة الثمينة (۱۷۶)، وفاء الوفاء (۲/ ۵۲۲ - ۵۲۳) اس کتاب کے مؤلف السمہودی نے یہ روایت بھی ذکر کیا ہے کہ توسیع کی ابتداء سن ۸۸ھ کی ہے اور اس کی تکمیل سن ۹۱ھ میں ہوئی۔

(۳) مجموع الفتاوى (۲۷/ ۳۹۹).

"کہا جاتا ہے کہ مدینہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور صحابی باقی نہ بچا تھا اور ان کی وفات مدینہ کے اندر سن اٹھتر ہجری میں ہوئی، گویا حجرے کو مسجد میں داخل کرنے سے دس سال قبل تمام صحابۂ کرام کی وفات ہو چکی تھی"[1]۔

امام ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام کے عہد میں حجرہ مسجد سے باہر تھا، اس وقت مسجد اور حجرے کے درمیان دیوار تھی، اس کے بعد ولید بن عبد الملک کی خلافت میں حجرے کو مسجد میں داخل کیا گیا' جبکہ عام طور سے مدینہ میں صحابۂ کرام کا انتقال ہو چکا تھا، سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی وفات خلیفہ عبد الملک کے ہی دور خلافت (۷۸ھ) میں ہو گئی تھی۔ جبکہ ولید بن عبد الملک سن چھیاسی ہجری میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور چھیانوے ہجری میں وفات پائی۔ اب مسجد کی تعمیر و توسیع اور حجرے کو اس میں داخل کرنے کا کام اسی درمیان میں ہوا ہے"[2]۔

صحابۂ کرام اس توسیع میں موجود نہیں تھے' اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس بارے میں ان سے کوئی بھی چیز منقول ملتی نہیں ہے، نہ تو اقرار کے سلسلے میں اور نہ ہی انکار کے سلسلے میں۔ البتہ تابعین عظام کی جانب سے کچھ کلام منقول ہیں[3]، اب اگر اس وقت صحابۂ کرام موجود ہوتے، تو ان کی بات زیادہ اہم اور نقل کرنے کے لائق ہوتی۔

خلاصۂ کلام یہ ہیکہ ہمارے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہے' جس سے ہم یہ کہہ سکیں کہ صحابۂ کرام میں سے کوئی بھی مسجد نبوی کی اس تبدیلی میں موجود تھا۔ لہذا جو آدمی ایسا دعوی کرے تو اس کے لئے دلیل لانا لازم ہے[4]۔

---

(۱) مجموع الفتاوی (۲۷/۳۲۴).

(۲) الصارم المنکی (۱۵۱).

(۳) مجموع الفتاوی (۲۷/۴۲۰).

(۴) تحذیر الساجد (۶۰).

پانچواں باب

حجرۂ رسول ﷺ کو مسجد میں شامل کرنے کے سلسلے میں سلف صالحین کا واضح موقف

جو شخص ادلۂ شرعیہ اور دین کے قواعد و مقاصد میں غور کرے اور یہ دیکھے کہ شریعت نے شرک تک پہونچانے والے ہر رستے کو کس طرح سے مسدود کر دیا ہے، چاہے وہ کھلے راستے ہوں یا ڈھکے چھپے ہوں، تو اس کیلئے یہ بات اظہر من الشمس ہو جائے گی کہ حجرۂ رسول کو مسجد میں شامل کر کے غلطی کی گئی ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اگرچہ یہ نہ تو "قبر کو مسجد بنانے" کا معاملہ ہے اور نہ ہی یہ "قبروں پر تعمیرات" کی قبیل سے ہے۔ بس اس سے لوگوں کے شبہے میں پڑنے کا ڈر ہے اور یہ خدشہ ہے کہ جاہل لوگ اس کو دلیل نہ بنالیں کہ قبروں پر تعمیر بھی جائز ہے اور انھیں مسجد بنانا بھی جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم میں سے بہت سے علماء نے اس کی نکیر کی ہے[1]۔

قبر پرستی کے فتنے میں پھنسے لوگوں نے ایک گمان یہ بھی پیدا کر لیا ہے کہ آپ ﷺ کے گھر کو مسجد میں شامل کرنے پر تابعین عظام کا اجماع ہو چکا ہے اور اسی گھر میں قبر بھی ہے، لہٰذا اس سے قبروں پر مسجد بنانے کیلئے جواز فراہم ہو جاتا ہے[2]۔

اس کمزور اور لچر استدلال کا کئی انداز سے جواب دیا جا سکتا ہے:

---

(۱) دیکھئے: الدرر السنية (۱۴۰/۵)، مجموع فتاوى ومقالات متنوعة للشيخ ابن باز (۳۰۶/۱۰)، تحذير الساجد (۶۴).

(۲) دیکھیے: إحياء المقبور (۳۷-۳۸).

جواب (۱): اگر بالفرض یہ کام تابعین کی جانب سے ہوا ہے، تو اس کام سے اجتناب کرنا ان لوگوں سے ثابت ہے جو تابعین کے بالمقابل اتباع کا زیادہ حق رکھتے ہیں' یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین' یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رہے، اس حال میں کہ اللہ تعالی ان سے راضی تھا۔ اور ان کے افعال کی تائید شریعت کے مقاصد و قواعد اور اسکی دلیلوں سے ہوتی ہے، حالانکہ ان کے دور میں بھی اس طرح کی توسیع کا تقاضہ موجود تھا۔

جواب (۲): اس توسیع میں جو کچھ ہوا اس میں تمام تابعین موجود بھی نہ تھے، اور سب کے سب اس کو جانتے بھی نہ تھے۔ کیونکہ تابعین مختلف ملکوں اور شہروں میں پھیلے ہوئے تھے، ان میں جو لوگ مدینہ میں تھے ان کی تعداد اتنی نہ تھی جسے ذکر نہ کیا جاسکتا ہو، لہذا ایسی صورت میں اجماع کا دعوی کرنا صحیح نہیں ہے

جواب(۳): مدینہ کے تابعین میں کچھ وہ لوگ بھی تھے' جنھوں نے اس توسیع میں حجرے کو مسجد کے اندر داخل کرنے پر اپنا اعتراض جتایا تھا اور یہی ان کے شایان شان بھی ہے[۱]۔ جیسا کہ حضرت عروہ ابن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن عبد العزیز سے قبر نبوی کے سلسلے میں بہت زیادہ بحث و تکرار کیا کہ اسے مسجد میں نہ شامل کیا جائے، لیکن انہوں نے منع کر دیا اور کہا کہ یہ امیر المؤمنین کا حکم ہے' جسے نافذ کرنا ضروری ہے۔ تو میں نے کہا کہ اگر اتنا ہی ناگزیر ہے تو اس میں آگے بڑھا ہوا ایک نوکدار سرا بنادو[۲]۔[۳]

اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ایسا بیان کیا جاتا ہیکہ سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مسجد میں داخل کیے جانے پر اعتراض کیا تھا اور اس کی نکیر بھی کی تھی۔ گویا ان کو یہ خدشہ لاحق تھا کہ کہیں قبر کو مسجد نہ بنالیا جائے۔ واللہ أعلم[۴]۔

لہذا یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اجماع کا دعوی کرنا غلط ہے۔

---

(۱) دیکھیے: تحذیر الساجد (٦١).

(۲) مؤلف السمہودی نے کہا ہے کہ: یہ وہی جگہ ہے جسے حجرے کے پیچھے ٹیڑھا کر کے بنایا گیا ہے۔

(۳) دیکھیے: وفاء الوفاء (٢/ ٥٤٨).

(۴) البداية و النهاية (١٢/٤١٥)، اور دیکھیے: مجموع الفتاوى (٢٧/٤١٨).

جواب(۴) : اگر بالفرض ایسا ہو بھی جاتا کہ انکار والی خبریں ہم تک منقول ہی نہ ہوتیں، تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس واقعے کا سرے سے انکار ہوا ہی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ 'کسی چیز کا علم نہ ہونا، اس کے عدم موجودگی کی دلیل نہیں ہے' کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اعتراض ہوا ہے لیکن ہم تک وہ اعتراض نقل ہی نہ کیا گیا ہو[1]، اسی کے ساتھ یہ مسئلہ بھی مدِ نظر رہے کہ ہر خاموشی سے رضامندی کا لازم آنا ضروری نہیں ہے۔ ایسا امکان ہے کچھ لوگوں نے اس چیز کو برا جان کر اور اس کو غلط سمجھ کر خاموش رہے ہوں اور اپنی جان کے خوف سے اس کا برملا اظہار نہ کر پائے ہوں، یا یہ کہ ان کو لگا ہو کہ جب خلیفہ ولید نے اتنے سخت عزم کا اظہار کر دیا ہے، تو ایسی صورت میں کچھ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس مسئلے کے قریب ترین ایک مسئلے کے سلسلے میں علامہ صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگوں کا یہ کہنا کہ " فلاں مسئلہ میں کوئی اعتراض نہیں ہوا" یہ اندھیرے میں تیر مارنے کے مترادف ہے، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کے قلوب کسی چیز کو غلط سمجھ رہے ہیں، پر اپنی زبانوں اور ہاتھوں سے اس کے سلسلے میں کچھ کہنا یا کرنا بڑا دشوار ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ اپنے زمانے میں کتنے ہی ایسے مسائل دیکھتے ہیں جہاں پر آپ اپنی زبان اور ہاتھ سے کچھ نہیں کرتے' حالانکہ اسے اپنے دل سے برا جانتے ہیں، اب ایسی صورت میں کوئی جاہل یہ کہنے لگے کہ فلاں صاحب اس مسئلے میں کچھ نہیں بولے۔ یہ بات یا تو وہ ملامت کے ارادے سے کہے گا یا اس خاموشی کو اپنے لئے نمونہ سمجھ کر کہے گا، یہی وجہ ہے کہ کسی خاموشی اور سکوت کو جانکار لوگ دلیل نہیں بنایا کرتے ہیں[2]۔

جواب(۵) : اگر عدم انکار والی بات مان بھی لی جائے تو یہ کہا جائیگا کہ اس سے قبر پرستوں کے حق میں نہیں بلکہ ان کے خلاف دلیل مل رہی ہے۔ کیونکہ تابعین کا نکیر نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ حجرے کو ضمّ کرنے سے یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اس سے قبر کو مسجد میں داخل کرنا لازم آئے گا۔ جیسا کہ گزشتہ باب کے احتمال اوّل و ثانی میں یہ بات گزر چکی ہے کہ تابعین عظام اس بات کا حد درجہ اہتمام کرتے تھے کہ لوگوں کو قبر کی طرف منہ کر کے

(۱) دیکھیے: تحذير الساجد (۶۱).

(۲) تطهير الاعتقاد (۲۹۳).

نماز پڑھنے سے روکا جائے ، اسی سلسلے میں مشہور محدث ابو العباس القرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں : " قبر رسول کے تئیں مسلمانوں نے سدِ ذریعہ کا بہت اونچا کردار اپنایا ہے، لہذا انہوں نے آپ ﷺ کے تربت کی دیوادیں اونچی کر دیں اور اس میں داخلے کا ہر دروازہ بند کر دیا اور آپ کی قبر کو ایک محفوظ گھیرا مہیا کر دیا۔ پھر اگر یہ خدشہ لاحق ہونے لگتا ہے کہ آپ کی قبر کو نمازی قبلہ بنا کر اس کا استقبال کر سکتے ہیں ' یعنی حجرے کے پیچھے نماز پڑھنے والا اپنے دل میں حجرے کو قبلہ کا مقام دے سکتا ہے، لہذا اس خدشے کو دور کرنے کیلئے قبر کے شمالی دونوں زاویوں سے دو دیواریں اس طرح نکالی گئیں کہ وہ شمال میں جا کر ایک دوسرے سے مل گئیں اور ایک مثلث کی شکل پیدا ہو گئی، تا کہ کوئی شخص قبر رسول کو اپنے سامنے رکھ کر قبلہ تصور کرنے کی کوشش نہ کرے "[1]۔ واضح رہے کہ قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع کرنے والی احادیث اتنی زیادہ نہیں ہیں جتنی کہ قبروں کو مسجد بنانے سے روکنے والی احادیث ہیں۔ تو کیسے یہ سمجھ لیا جائے کہ تابعین عظام ایک بات کی طرف خوب توجہ دیں اور اس سے زیادہ اہم بات کو یوں ہی چھوڑ دیں ؟

جواب (۶) : تابعین عظام میں سے جنہوں نے یہ کام کیا جس سے حجرہ، مسجد میں شامل ہو گیا اور وہ اس پر راضی بھی تھے، اگر ان کا یہ کام ان کے اس عقیدہ پر مبنی تھا جس سے قبروں کو مسجد بنانا جائز ہو جاتا ہے ' جیسا کہ قبوریوں کا دعوی ہے۔ تو وہ کون سی چیز تھی جس نے ان لوگوں کو عالم اسلام کے مختلف علاقوں میں پائی جانے والی قدیم و جدید مسجدوں میں یہ عقیدہ برتنے سے روک دیا ؟ اور مسجدوں میں دفن کرنے کے سلسلے میں ان کی کوششیں کہاں چلی گئیں ؟ اور ان کی وہ قبریں کہاں ہیں جسے انہوں نے مسجد بنا لیا تھا ؟

الغرض مسجد نبوی کے ساتھ جو کچھ ہوا اگر وہ " قبر کو مسجد بنانے " کی قبیل سے تھا تو یہی کام تابعین نے اللہ کے اور بھی گھروں میں کیوں نہیں کیا ؟!۔ یہی عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ہیں جنہیں مسجد نبوی کی توسیع کے بعد معزول کر دیا گیا تھا اور وہ واپس شام چلے گئے تھے، اس وقت ان کے پاس ہر قسم کا جاہ و منصب اور دولت و حشمت تھی، لیکن انہوں نے مسجد نبوی میں کیا ہوا کام شام کی کسی اور مسجد میں کیوں نہیں دہرایا ؟ اور اسی طرح سے دیگر دور دراز علاقے کے وہ مسلمان جو مدینہ طیبہ آتے تھے اور مسجد نبوی کو اس حالت میں دیکھتے تھے، تو انہوں نے اسکو اپنے لئے نمونہ بناتے ہوئے اسی کے مثل اپنے علاقے میں کیوں نہیں کر لیا، جبکہ ان لوگوں میں علماء کے ساتھ ساتھ

---

(۱) المفهم (۲/۱۲۸).

امراء، وزراء اور بڑے مالدار لوگ بھی رہتے تھے، اگر ان کے نزدیک یہ کام خیر کا باعث ہوتا تو وہ اس کے لئے سب سے زیادہ جلدی کرتے۔

بلاشک وشبہہ ان ساری باتوں کا ایک سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ مسجد نبوی میں جو کچھ ہوا ہے، اس کے ساتھ کسی اور جگہ کو ملحق کرنا یا کسی دوسری جگہ کو اس پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی یہ "قبر کو مسجد بنانے والی بات" ہے۔ بلکہ مسجد نبوی میں اس قسم کی کوئی بات ہوئی ہی نہیں ہے۔ اور جو بات بالکل قطعی طور سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کا ایک بھی عمل نہ تو صحابۂ کرام کے دور میں پایا گیا اور نہ ہی ان لوگوں میں سنا گیا جو احسان کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والے تھے، یعنی تابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اور نہ کبھی یہ معلوم ہوا کہ کوئی مسجد، قبر پر بنی ہے[۱]۔

جواب(۷) : اگر تابعین عظام کے دور میں مسجد نبوی کے اندر وہ افعال انجام دیئے ہوتے جنہیں قبر پرست گروہ کرتا ہے۔ جیسے: قبروں سے تبرک حاصل کرنا، ان کو پوجنا یا ان کے پاس عبادت کرنا وغیرہ، تو آپ ﷺ کی قبر مبارک کے اردگرد مسلسل کئی دیواریں کھڑی کرنے کی کیا ضرورت تھی، بلکہ یہ سب کچھ براہ راست انجام دے سکتے تھے، پھر اگر یہی بات ہوتی تو وہ لوگ قبر رسول کو ایک خوبصورت مزار کی شکل نہ دیدیتے، آخر انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟!

اور جو انہوں نے قبر کو مسجد میں داخل کر دیا تو اسے بھی اس قدر چھپایا کہ نہ تو لوگ دیدارِ قبر سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچا سکتے ہیں اور نہ ہی اسے چھو کر تبرک حاصل کر سکتے ہیں، تو آخر اس کا کیا فائدہ ہوا؟!

فهذا الحق ليس به خفاء *** دعوني من بُنيات الطريق[۲]

---

(۱) مجموع الفتاوى (۱۷/۴۶۴).

(۲) یہ شعر، ابو الہندی غالب بن عبد القدوس (وفات: ۱۸۰ھ) کے قصیدے کا ہے، جسے علامہ کتبی نے فوات الوفیات (۳/ ۱۷۱) میں نقل کیا ہے۔

خاتمہ

یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے تیسیر اور سہولت تھی کہ اس بیمار اور بے کار قسم کے شبہہ کا جواب پورا ہو پایا۔ گزشتہ سطور میں یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ قبر پرستوں کا قبر رسول ﷺ کو دلیل بنا کر قبروں کو عبادت گاہ بنانے کے لئے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، خواہ قبر کو مسجد میں داخل مانا جائے یا خارج مانا جائے۔ لیکن ان قبوری لوگوں کا منہج اور طریقۂ کار کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ متشابہ باتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جبکہ محکم اور واضح چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر انصاف سے کام لیا جائے تو قطعی طور سے نتیجہ ان کے بر خلاف نظر آئے گا۔

میرے نزدیک جو بات ظاہر ہوئی ہے وہ یہ ہیکہ اس مسئلے میں واقع اشکال' دور ہو سکتا ہے، یا کم از کم ہلکا ہو سکتا ہے اگر حجرے کے مشرقی حصے میں دو دیواریں ایسی بنائی جائیں جو حجرے کے شمال مشرقی زاویے سے اور جنوب مشرقی زاویے نکلیں اور اپنے بالمقابل مسجد کی مشرقی دیوار تک جائیں، بایں طور کہ حجرے کی مشرقی دیوار اور مسجد کی مشرقی دیوار کے درمیان جو جگہ چھٹی ہوئی ہے وہ بالکل بند ہو کر ختم ہو جائے۔ ایسا کرنے سے حجرہ، مسجد سے ایک دم منفصل ہو جائے گا۔ اب اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جائیگا کہ مسجد، حجرے کے تین اضلاع سے چپکی ہوئی ہے، بس۔ پھر تو تلبیسی لوگوں کی دسیسہ کاری اور جاہلوں کی دھوکہ بازی سب ختم ہو جائیگی۔ (ان شاء اللہ)

یہاں بات ختم ہوتی ہے کہ اللہ رب العالمین سب سے زیادہ علم والا ہے اسی کی طرف تمام امور کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس سے اس بات کا سوال کیا جاتا ہے کہ وہ توحید کے عَلَم کے ساتھ ساتھ اس کے سپاہیوں کو بلندی عطا کر دے البتہ شرک اور مشرکین کی جھنڈیوں کو اوندھے منہ گرا کر پست کر دے۔ (آمین)